

مذہب اہل سنت و مسلک اعلیٰ حضرت کا ترجمان

اگست

۲۰۱۱ء

ماہنامہ حجة الاسلام بنام

ماہنامہ سنی آواز ناگپور

جلد نمبر: ۲۵

شماره : ۸

چیف ایڈیٹر

مولانا سید محمد حسینی اشرفی مصباحی

معاون ایڈیٹر

مولانا سید صفی حسینی راجپوری

ایڈیٹر

مولانا سید اشرف رضا حسینی راجپوری

بتعاون

آل انڈیا جماعت رضائے مصطفیٰ، برانچ رونا گپور

مینجر، ڈیزائنر، کمپوزر

سید محمد عزیز اللہ حسینی (عرف) سید طاہر اشرف

Maulan Sayyed Mohammed Husaini Cheif Editor

MONTHLY "SUNNI AWAZ" Ganja khet nagpur-440 018.

Cell No. 9422146796. E-mail:-s.m.husaini786@gmail.com

مجلس ادارت

- (۱) مفتی ناظر اشرف صاحب، ناگپور
- (۲) مولانا سید قمر علی، قادری، ناگپور
- (۳) مولانا فخر الدین احمد قادری، ناگپور
- (۴) حاجی بدیع الزماں یزدانی، ناگپور
- (۵) مولانا سرفراز احمد، برکاتی، ناگپور
- (۶) مولانا مجتبیٰ شریف خاں، ناگپور
- (۷) مولانا سید ابدال حسینی، کرنول، فاضل یمن
- (۸) مولانا فیض احمد صاحب، ساوتھ افریقہ
- (۹) سید محمد فیض اللہ حسینی، (عرف) نعمانی میاں ناگپور
- (۱۰) مولانا موسیٰ رضا، ساوتھ افریقہ
- (۱۱) ڈاکٹر غلام مرسلین، ناگپور
- (۱۲) مولانا سید محی الدین قادری، ساوتھ افریقہ

قانونی چارہ جوئی کی صورت میں صرف ناگپور کورٹ کو حق حاصل ہوگا۔

مولانا سید محمد حسینی، اشرفی مصباحی، چیف ایڈیٹر ماہنامہ سنی آواز، محلہ گانجہ کھیت، ناگپور۔ موبائل نمبر: ۹۴۲۲۱۴۷۹۶

رنگ، پبلشر، رورائر، مولانا سید محمد حسینی، اشرفی مصباحی، نے شمسہ رٹیننگ رلیس، ناگپور، سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی آواز، گانجہ کھیت سے شائع کیا۔

فہرست مضامین



گل وبرگ



شمار	مضامین	مقالہ نگار	صفحہ
(۱)	اداریہ	مولانا سید محمد حسینی میاں	۱
(۲)	شفاء الصدور....	حضرت سید شاہ چندہ حسینی علیہ الرحمۃ	۷
(۳)	فضائل شب برأت	ڈاکٹر غلام مرسلین رضوی	۱۲
(۴)	صحابہ کرام اور مسلک اعلیٰ حضرت	مولانا سلطان اشرف	۱۷
(۵)	اصول حدیث میں امام احمد رضا	مولانا محمد طفیل	۲۳
(۶)	مسلک اعلیٰ حضرت	مولانا عبدالمالک	۲۹



دارالافتاء



(۱)	اسلامی ٹی وی چینل دیکھنے پر...	حضور تاج الشریعہ اختر رضا خاں ازہری	۳۶
(۲)	ایک اہم فتویٰ	مفتی ناظر اشرف	۳۹
(۳)	اسلامی پروگرام دیکھانے والے	مفتی محمد اعظم صاحب	۴۴



خبرنامہ



(۱)	انٹرویو	ادارہ	۴۶
(۲)	کعبہ کا امام دیوبند میں	شکیل احمد سبحانی	۴۹
(۳)	چور مچائے شور	شکیل احمد سبحانی	۵۲

گل و برگ

اداریہ

از: چیف ایڈیٹر

کے نشیب و فراز ایسے ہونے چاہئیں کہ دیکھنے کے بعد صحابہ کرام و اولیاء کرام بزرگان دین رضی اللہ عنہم یاد آئیں، یہ ان کی زندگی کے اتار چڑھاؤ ہیں ان سے ان کے دل و دماغ کی اضطرابی کیفیت کا پتہ چلتا ہے یہ ابھی تک بلکہ اپنی پوری زندگی میں مضطرب رہے ہیں ان کی پوری زندگی اضطراب و التھاب کی حامل رہی ہے۔ اب ان کی ناگپور یا ترا پر مختصر رپورٹ ملاحظہ کیجئے یہ بھی عجیب بات ہے کہ جلسہ و جلوس ہاشمی جی مہاراج کا اور رپورٹنگ ہماری، ان کے ناگپور میں دو مقامات پر سبھائیں ہوئیں ایک سبھا کا ایوجن محلہ حسن باغ میں کیا گیا تھا دوسری سبھا کا ایوجن مولانا اعجاز چوک بھالدار پورہ میں کیا گیا تھا ان دونوں مقامات پر ان کے بھاشن ہوئے پرانی ریت کے انوسار ان کی ناگپور اسٹھتی پر ان کے شردھالوؤں نے جس میں ناگپور کی دعوت اسلامی بھی ہے ان کے اپنے بنائے ہوئے ریت کے مطابق ان کا سواگت کیا وہی پرانا چیتکار وہی پرانی شوبھایا ترا کے ساتھ کچھ نئے چیتکار بھی تھے پہلے بھاشن میں ہاشمی جی مہاراج سادھوانہ لباس میں ملبوس ہو کر جگت گرو جی مہاراج کے انداز میں براجمان ہوئے۔ جب بھاشن کے لئے منچ پر آئے تو انھوں نے وہی پرانے ڈائلاک وہی پرانے صورت کے خاص اتار چڑھاؤ کے ساتھ بھاشن کی شروعات کی انھوں نے اپنے بھاشن میں وہی پرانی راگ الاپی وہی پرانے گھسے پٹے رٹائے پرانے شبہ استعمال کیئے پورا بھاشن انھوں نے چولیس ۴۴ منٹ پر سمپت کیا جس میں مہاراج نے ۱۲ منٹ تک جانشین حضور

مورخہ ۸/۷ جون ۲۰۱۱ء کو سلطان الھند خواجہ خواجگان حضور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عرس پاک کے موقع پر شری غازی ہاشمی جی مہاراج کچھوچھوی، ناگپور میں استھت ہوئے تھے میں نے سنا ہے کہ جس طیارے میں ہاشمی جی مہاراج براجمان تھے، اس میں ایک صاحب بھی سفر کر رہے تھے انہوں نے جب مہاراج کو پلین میں دیکھا تو وہ کہنے لگے کہ میں نے ان کو دیکھا تو یہی سمجھا کہ کوئی بابا رام دیو ٹائپ کا سادھو مہاراج ہے سفر کر رہا ہے مہاراج کو انہوں نے ایرپورٹ پر پہچانا کہ یہ اور کوئی ویکتی نہیں یہ شریمان ہاشمی جی مہاراج ہیں جو اپنے آپ کو پتر جگت گرو جی مہاراج کہلاتے ہیں، انہوں نے خود کے ساتھ اپنے عظیم والد حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کو بھی بدنام کر دیا کیا حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کا بھی ایسا کردار تھا؟ محدث اعظم ہند کے اسٹیج پر کھلا ہوا مشرک تو بہت دور کی بات ہے بلکہ سنی غیر متشرع انسان اسٹیج پر موجود نہیں رہتا تھا اتنا پاک کردار حضرت محدث اعظم ہند کا تھا، وجوہ جائیکہ، سادھوانا لباس میں ملبوس ہو کر پتر جگت گرو جی مہاراج کہلوانا صرف اپنے خاندان اور اپنے با کردار عظیم والد ماجد کو بدنام کرنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے بیٹا تو باپ کا راز ہوتا ہے اسی قسم کا مفہوم حدیث میں بھی آیا ہے آج کا نو جوان ان کا لباس دیکھ کر کیا خیال نہیں کرے گا کہ ان کے والد بھی ایسے ہی رہے ہوں گے افسوس ہے ہاشمی کے طرز زندگی پر اور اس وضع پر کہاں والد گرامی اور کہاں یہ مہاراج ”چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک“ وضع قطع رہن سہن زندگی

مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ قاضی القضاۃ فی الہند حضرت علامہ مولانا مفتی الشاہ محمد اختر رضا خاں صاحب، قادری، برکاتی، ازہری، بریلوی مدظلہ العالی اور دیگر علماء کرام کی شان میں تبرک کیا جیسا کہ انکی عادت ہے، مہاراج کے بھاشن میں زیادہ تر لوگ ان کے ڈائلاک سننے اور ان کی صورت کے اتار چڑھاؤ دیکھنے جاتے ہیں جب حضرت تاج الشریعہ پر تبرک شروع کیا تو لوگوں میں بے چینی شروع ہوئی، اس لیے کہ ۶۷ سال سے ناگپور میں اشرفی رضوی اختلاف پر کوئی محاصمت یا مخالفت باقی نہیں رہی، چنانچہ گذشتہ سال جشن چشتیہ میں سلسلہ اشرفیہ کے قابل احترام برادران طریقت نے حضرت علامہ مولانا مفتی محمد مجیب اشرف صاحب مدظلہ العالی مفتی اعظم مہاراشٹر کو مدعو کیا تھا جلسہ میں آپ کی تقریر ہوئی، بہت عمدہ علمی تقریر ہوئی سمجھوں نے پسند کیا خاص طور پر گذشتہ فروری ۲۰۱۱ء میں دارالعلوم اعلیٰ حضرت، بکمن، ناگپور کے سالانہ اجلاس میں خود حضرت تاج الشریعہ تشریف لائے تھے مجمع کا یہ عالم تھا کہ جیسے انسانی سمندر موجیں مار رہا ہے، آپ نے اس اجلاس میں تقریباً چالیس منٹ تقریر فرمائی بخاری شریف کی آخری حدیث پر گفتگو فرمائی نہایت متین و سنجیدہ علم و عرفان سے بھرپور خطاب فرمایا کسی پر طعن و تشنیع نہیں فرمائی اور نہ کسی کی تحقیر و تذلیل کی، ماحول بڑا پرسکون تھا دور دور سے بھی کوئی اشارہ نہیں ہو رہا تھا کہ اشرفی سلسلہ کے مشائخ طریقت یا سلسلہ اشرفیہ کی تحقیر و تذلیل میں کنائے یا اشارے میں فرما رہے ہیں، نہ انکی عادت کریمہ ہے پھر اسکے بعد ۴ جون ۲۰۱۱ء کو دارالعلوم امجدیہ ناگپور کا میری ہی صدارت میں دستار فضیلت کا اجلاس ہوا دیگر علماء کرام کے ساتھ حضرت مولانا مفتی سید شاہ حسین صاحب ممبئی تشریف لائے تھے نہایت پر مغز شاندار تقریر رہی جن لوگوں نے مولانا سید شاہ حسین صاحب کی تقریر سنی ہے انہوں نے غازی ہاشمی جی مہاراج کی تقریر کے بعد یہی کہا کہ دونوں کی تقریروں میں بہت بڑا فرق ہے سید شاہ صاحب کی تقریر علم و معلومات

سے بھری ہوئی سنجیدہ تقریر تھی اور غازی صاحب کا بھاشن نہایت بھڑکاؤ زبان و ادب سے گرا ہوا تھا لب و لہجہ نہایت گرخت علمائے کی تحقیر و تذلیل سے بھرا ہوا بھاشن، تقریباً ۷ رسات سال میں بڑے بڑے اجلاس ہوئے کسی میں بھی رضوی اشرفی اختلاف میں بات نہیں کی سمجھوں نے رد باطل اور سنیت کے اتحاد پر گفتگو کی، اس درمیان سب سے اہم بات تو یہ رہی کہ تقریباً چار سال ہوئے کہ ناگپور میں وہابیوں دیوبندیوں کی طرف سے ایک زبردست زہر آلود جلسہ ہوا جس میں دیوبندیوں کا مشہور مولوی طاہر گیاوی اور دیگر دیوبندی مولوی آئے تھے انہوں نے ذات اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف سخت حملہ کیا، طاہر گیاوی نے ہاشمی میاں کی ایک کتاب ”آؤ متحد ہو جائیں“ کا حوالہ دیکر مسلک اعلیٰ حضرت اور خود ہاشمی صاحب پر نہایت بھونڈے مکروہ انداز میں ناپاک حملہ کیا، تو اس وقت کا سماں بڑا عجیب سماں تھا، کیا اشرفی کیا رضوی اور کیا برکاتی یا ابولعلائی بہ حیثیت سنی سب متحد ہو گئے خود برادران سلسلہ اشرفیہ نے مسجد غریب نواز مومن پورہ میں جوابی جلسہ کا اہتمام کیا جس میں ناگپور و اطراف کے بکثرت علماء تشریف لائے جن میں حضرت علامہ مولانا مفتی محمد مجیب اشرف صاحب اور حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالحلیم صاحب اور میں خود بھی اس جلسہ میں شریک تھا طاہر گیاوی اور دیگر دیوبندی علماء کے اعتراضات کے دندان شکن مسکت جوابات دیئے، جو اعتراض مولوی طاہر گیاوی نے ہاشمی صاحب کی کتاب ”آؤ متحد ہو جائیں“ کو غلط سمجھ کر غلط انداز میں غلط حوالہ پیش کر کے گمراہیت پھیلانے کی اور مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف ناروا حملہ کی کوشش کی اسکو بھی واضح کیا گیا جلسہ بہت شاندار اور کامیاب تھا، اس وقت جلسے میں اور جلسہ کے بعد رضوی، اشرفی، برکاتی، ابولعلائی وغیرہ دیگر سلاسل کے سنیوں میں جو اتحاد تھا وہ قابل دید تھا ایسا ہی اتحاد ہاشمی جی کے اجلاس سے پہلے بھی باقی تھا، لیکن وہ اتحاد ہاشمی صاحب کی

تقریر کے بعد باقی نہیں رہا، ہاشمی صاحب کی غیر سنجیدہ تقریر نے پھر ماحول کو گرمادیا آخر یہ تلون مزاجی اور مغلوب الغرضی بچپنے کی کیفیت ابھی تک باقی ہے۔ عمر کافی ہو چکی ہے آپ کی طبیعت میں اضطراب و التھاب غیر سنجیدگی اور بچپن کی کیفیت ابھی تک نہیں گئی ہاشمی صاحب تم پر سوائے افسوس کے کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ میں جب ان کے اس اضطرابی و غیر سنجیدہ جلسہ کے بعد صبح دارالعلوم امجدیہ، ناگپور، میں آیا تو تھوڑے ہی دیر کے بعد لوگوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا رات میں جو ہوا انہوں نے اپنے اپنے انداز میں سنانا شروع کیا میں نے ان سے کہا انھوں نے جو کہا کسی نے ریکارڈ کیا تو ایک صاحب نے اپنے موبائل سے محفوظ کی ہوئی تقریر سنائی میں نے قابل اعتراض جملوں کی نشاندہی کی ان سے کہا کہ مجھے ان کی تقریر کی سی ڈی تیار کر کے دی جائے اور اس میں سے قابل اعتراض جملے تحریر کر کے دیئے جائیں، تقریر میں قابل اعتراض جملے بھرے ہوئے تھے میں نے استراغ اور بھرپور سنا۔ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی والے جملے اس پر تبصرہ کے ساتھ دیکھئے ہاشمی صاحب کی زبان دانی اور علم و عرفان فہم و فراست پر جی کھول کر داد دیجئے نادرا الماشال جملے تحریر کیئے جارہے ہیں۔

”تم تو سنیوں کو نکالتے ہو جرم نہیں بتائیں گے سنیت سے باہر ہے جرم تو بتاؤ محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کا مرید سنیت سے نکالا جائے مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کا مرید سنیت سے نکالا جائے نہ بریلی کی سند پر بھروسہ نہ کچھوچھ کی سند پر بھروسہ ایسے بے سند مفتی کی سنتا کون ہے مفتی اعظم کا خلیفہ سنیت سے باہر کیا جائے اعلیٰ حضرت کے گیت گانے والے کو جماعت سے نکال دیا جائے۔“ (تقریر کی سی ڈی سے نوٹ، مورخہ ۷/رجون ۲۰۱۱ء محلہ حسن باغ، ناگپور)

اس پر عرض ہے کہ بلا وجہ سنیوں کو نکالنے والا خود سنیت سے نکل جاتا ہے۔ جس کا جیسا جرم ہوگا حکم بھی ویسا ہی ہوگا۔ حکم شرع بیان کرنے والے کو سنیت سے نکالنے والا یا مذہب اسلام

سے خارج ہونے والے پر حکم شرع بیان کرنے کو، سنیت سے نکالنے والا یا اسلام سے نکالنے والا کہنا یہ اس عالم دین و مفتی دین متین کی توہین ہے عالم دین کی توہین اسکو کفر تک پہنچا سکتی ہے، اس عالم دین نے جو حکم شرع بیان کیا ہے یہ دیکھ کر بیان نہیں کیا کہ یہ کس کا مرید ہے یا کس کا خلیفہ ہے کس کا امتی ہے یا کس کا بندہ ہے، اس عالم دین و مفتی شرع متین کے سامنے اسکے اقوال ملحوظ نظر تھے، شریعت مطہرہ کی روشنی میں اسکے اقوال پر کونسا حکم شرع عائد ہوتا ہے صرف وہ اسکو ملحوظ رکھتا ہے، آیا اس پر حکم فسق ہوگا یا گمراہیت کا حکم ہوگا یا کفر و ارتداد کا جسکا جیسا قول ہوگا شرعی تحقیق و تدقیق کے بعد ویسا حکم اس پر ہوگا شرعی بیان کو حقارت کی نظر سے دیکھنے والا وہ بدترین مجرم ہے اگر وہ عالم دین ہے اسکی طبیعت میں اضطراب و التھاب نہیں ہے اور پندارہ زعم علم و زعم خاندان جیسی رذیل اوصاف کا حامل نہیں ہے وہ خود اپنے اوپر حکم بیان کر لے اب اسی بات پر بات نہیں رکے گی پانچوں اکابر مرتدین، مرزا قادیانی سمیت چار اکابر دیوبند، جیسے مولوی قاسم نانوتوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی خلیل احمد انبوی پر سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنی تصنیف المعتمد المستند، میں جو کفر و ارتداد کا حکم شرعی بیان کیا ہے جسکی تصدیق و توثیق علماء عرب و عجم نے کی ہے وہ تصدیق اور حکم شرع ”حسام الحرمین“ اور ”الصوارم الہندیہ“ میں موجود ہے وہابی علماء اسی کا الزام اعلیٰ حضرت قدس سرہ اور آپ کے فتویٰ مبارکہ کی تصدیق کرنے والے علماء عجم پر لگاتے ہیں اس پر انکا کیا جواب ہوگا؟ بڑے مزے کی بات تو یہ ہے کہ ہاشمی صاحب نے اپنے حقیقی بھتیجے مولانا سید جیلانی میاں کو اسلام سے خارج کر دیا اور ان پر شیخ الاسلام علامہ سید مدنی میاں صاحب نے فیورک والے مسئلہ پر ان کی تنظیم کے اصول و ضوابط اور جیلانی میاں صاحب کے اقوال اور تحیرات پر انھوں نے جو تحقیق کی اسکے تحت ان کو خارج اسلام قرار دیا جسکی تائید ہاشمی صاحب نے

سی ڈی سے نوٹ کردہ جملے مورخہ ۷/ جون)۔

ہاشمی جب آپ نے مکان بنایا تھا یعنی جب اپنے بھتیجے سید جیلانی میاں پر حکم کفر لگا تھا تو آپ نے بھی شاید دو دروازے بنائے تھے ایک دروازے سے جیلانی میاں پر حکم کفر لگا کر باہر کر دیا اور دوسرا دروازہ کھلا رکھا ہوگا کہ جیلانی میاں کو داخل کر لیا ہوگا، ہاشمی صاحب ہوش کے ناخن لو آپ کیا کہنا چاہتے ہیں جس دروازے سے حکم گمراہیت یا حکم کفر لگا، اسکو اسلام کی شاندار مستحکم عمارت سے نکال دیا جاتا دوسرا دروازہ کھولا رکھتا کہ جن جن پر حکم لگا ہے وہ دوسرے دروازے سے داخل ہو جائیں، اسلام کا صرف ایک ہی دروازہ ہے، جس پر حکم گمراہیت اور حکم کفر عائد نہیں کیا گیا وہ اسی مستحکم عمارت میں محفوظ رہے گا نہ اس کو اس شاندار عمارت سے نکالا جاتا ہے اور نہ کسی گمراہ یا مرتد کو دوسرے دروازے سے داخل کیا جاتا ہے یہ سارے جملے آپ کی کم علمی اور فہم و فراست سے دور ہو جانے پر دلالت کر رہے ہیں۔

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا، کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔
آگے دیکھئے...

”اندر لانے کا دروازہ کیسے بنتا ہے یہ غریب نواز سے پوچھو یا تاج الاولیاء سے پوچھو یہ مخدوم سمنانی سے پوچھو یہ مہارپشوں سے پوچھو آئے تھے اکیلے اور لگ گئے در پہ میلے وہ لگائے میلے اور یہ ڈھکیلے جب خلیفہ مفتی اعظم مولانا ظہیر الدین خاں سنی نہیں ہے مولانا الیاس قادری سنی نہیں ہے ہاشمی مدنی سنی نہیں ہے تم کا ہے کہ سنی ہو جو امام احمد رضا کی فکر کو چلائے وہ سنی نہیں ہے جو ان کے نظریے کی اشاعت پوری دنیا میں کریں وہ سنی نہیں ہے تو صاف صاف بول جو تم کو جما وہ سنی نہیں ہے جو سچ ہے وہ بول اعلیٰ حضرت کو سب مانتے ہیں چھوٹ مت بول پوچھ لو کسی بھی سنی سے اعلیٰ حضرت اعظم البرکت پر اس کے ماں باپ قربان ارے میں سید ہوں میں سید ہوں آل رسول ہوں مگر احمد

کی، اسپر علامہ مدنی میاں صاحب کی طرف سے یہی کہا جائے گا کہ دینی و شرعی ذمہ داری کے تحت خوب تحقیق کرنے کے بعد جو حکم تھا اسکو بیان کیا گیا اگر کوئی جیلانی میاں صاحب کی طرف سے وہی جملے دہرائے اور لکھے جو ہاشمی میاں صاحب نے ۷/ جون ۲۰۱۱ء کو محلہ حسن باغ کے جلسہ میں کہے تھے، اسپر جو جواب ہاشمی صاحب کی طرف سے ہوگا ہماری طرف سے یعنی ان علماء کرام کی جانب سے ۱۹۹۲ء کے بم دھماکوں کے علماء کونسل کے نام سے جو تنظیم بنائی گئی جس میں سنی، وہابی، دیوبندی، رافضی، بوہرے، خوہجے وغیرہ ان کے علماء شامل تھے اسپر علماء کرام سے بالخصوص تاج الشریعہ علامہ مولانا مفتی اختر رضا خاں قادری، برکاتی، ازہری، بریلوی مدظلہ العالی اور استاذ العلماء مفتی غلام محمد خاں صاحب، اور دیگر علماء کرام سے حکم شرع پوچھا گیا ان علماء کرام نے اپنے طور پر دینی و شرعی ذمہ داری سے خوب تحقیق و تدقیق کرنے کے بعد جو حکم شرع ہو سکتا تھا بیان کر دیا اسی حکم شرع کی توہین ہاشمی صاحب نے کی اور اپنی کم علمی، پندار و زعم سیادت فخر و غرور اور علماء کی تحقیر و تذلیل کرتے ہوئے جو کچھ کہا ہے اس سے ان کے کم علمی و کم فہمی کے علاوہ کچھ نہیں۔ معتقدین تو خوش ہو سکتے ہیں صاحبان علم و فہم و فراست ہاشمی صاحب پر سوائے افسوس کے کچھ کر نہیں کر سکتے ممبئی کی علماء کونسل پر کیا حکم شرع بیان کیا گیا اور کیوں کیا گیا اسکی قدرے تفصیل اسی رسالے میں میرے بیان کردہ انڈیو میں ملاحظہ کیجئے ویسے ہاشمی صاحب کی تلون مزاجی اور مغلوب الغرضی میں زندگی کے مختلف اوقات میں کہے ہوئے جملوں پر میرا تبصرہ میری آنے والی کتاب ”ہاشمی میاں بولتے ہیں سمجھتے نہیں“ میں دیکھئے۔ اب ان کی تقریر سے ان کے نادار المثال جملے ملاحظہ کیجئے۔

”ارے بھیا مکان بناؤ تو دونوں طرف دروازہ بناؤ جو غلطی کرے اسے باہر جو غلطی سے باہر ہے مکان کے اندر لو ارے نکالنے والا دروازہ بنایا اور لانے والا دروازہ بند (تقریر کی

رضا کی امامت پر مجھے ناز ہے۔“

غازی ہاشمی جی مہاراج نے بزرگان دین پر ناپاک حملہ کیا ہے کہ ان بزرگوں نے گمراہوں و مرتدوں اور کافروں کو اسلام کی شاندار عمارت میں داخل کر لیا لاحول و لا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم، سلطان الہند حضور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے یہی کام کیا کہ تقریباً ۹۰ لاکھ غیر مسلموں کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا پھر ان کو اسلام کی شاندار عمارت میں داخل کر لیا جب یہ داخل ہو گئے ان کو وہاں سے نکالنے کا سوال ہی نہیں۔ ہاشمی صاحب نے یہاں بھی اپنی کم علمی کا اور فہم و فراست سے دور ہونے کا ثبوت پیش کیا، غریب نواز رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ نے جو لوگ ایمان نہیں لائے تھے ان کو دور رکھا تھا جب بے پال جوگی پر غریب نواز کے اتنے جوتے پڑے کہ گھبراہٹ اور پریشانی میں غریب نواز رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ کی پناہ میں آ گیا یعنی حضور غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسکو مسلمان بنا کر اسلام کی شاندار عمارت میں پناہ دی اب وہ بے پال جوگی نہیں رہا ایک مسلمان عبداللہ بن گیا، ہاشمی صاحب یہی کیفیت تمام بزرگوں کی رہی ہے پہلے انھوں نے مسلمان کیا پھر اسلام کی عظیم الشان عمارت میں داخل کر لیا، اب جو کوئی گمراہیت یا کفر کا مرتکب ہوگا اسکو پھر اسلام کی شاندار عمارت سے باہر کر دیا جائے گا اب اسکو ہاشمی میاں کے بقول دوسرے دروازے سے داخل نہیں کیا جائے گا اب وہ باہر ہی رہیگا۔ ہاشمی صاحب کے مذکورہ جملوں سے صلح کلیت کی بو آتی ہے صلح کلی بھی اس قسم کے جملے کہا کرتے ہیں بزرگوں کے نام پر رواداری کا دم بھرتے ہیں شاید اسی لئے ہاشمی صاحب نے اپنے ساتھ غیر مسلم سادھوؤں کو ساتھ رکھا ہے اور خود بھی سادھوانہ لباس پہن رکھا ہے۔

ہاشمی صاحب اسلام اور کفر کے درمیان وہی رشتہ ہے جو آگ اور پانی میں ہے یہ دونوں کبھی ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے یعنی اسکے دو دروازے قائم نہیں ہو سکتے ایک دروازے سے

نکالا دوسرے دروازے سے داخل کر لیا قرآن عظیم کا ارشاد ہے ”إِنَّ الَّذِينَ عِنْدَ اللَّهِ الْأَسْلَامُ“ یعنی اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے یعنی صرف ایک ہی دروازہ اسلام کا ہے، دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے جو کوئی اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے (یعنی دوسرا دروازہ) وہ بارگاہ الہی میں مقبول نہیں، یہاں اسلام سے وہ اسلام نہیں جو دنیا میں ہر ملحد و صلح کلی دعوے سے کہتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے یعنی اسکا اور کوئی دین نہیں بلکہ وہ صرف اسلام ہے جس پر دو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لے کر تابعین، تبع تابعین، ائمہ دین، مجددین، فقہاء و محدثین کل اولیاء کاملین و علماء دین جسپر گامزن رہے ہیں، انھوں نے کبھی غیر مسلموں کے ساتھ اتحاد و اتفاق قائم نہیں کیا۔ اور نہ گمراہوں بد دینوں سے و داد و محبت قائم کی اور نہ دین میں مداخلت برداشت کی بلکہ ان سے جہاد فرمایا اسلام کے سوا جتنے ادیان و مذہب ہیں وہ سب کے سب باطل اور ان کا ماننے والا کافر اور دائمی عذاب جہنم کا مستحق اور کے ساتھ موانست و موافقت رکھنے والا اور ان سے مداخلت کرنے والا بھی مستحق غضب جبار و مستوجب عذاب نار ہے چہ جائیکہ کہ دوسرے دروازے کو کھلا رکھنے کی بکواس کرنا یہ سراسر اسلامی احکام کو فنا کرنا ہے۔ قرآن مجید نے تو غیر مسلموں کے ساتھ جہاد اور سختی کرنے کا حکم دیا ہے، جسکا ترجمہ یہ ہے۔ ”اے نبی آپ کفار و منافقین کے ساتھ (یعنی جن پر حکم کفر و حکم گمراہیت عائد کیا گیا) ان سے جہاد اور سختی کیجئے۔“ ارشاد خداوندی۔ ہے ”فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِیٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ“ یعنی اللہ کا حکم یاد آ جائے تو اس کے بعد قوم ظالمین کے پاس نہ بیٹھو۔ اس آیت میں قوم ظالمین فرمایا گیا ہے اس سے ہر غیر مسلم مراد ہے اور عمومی طور پر یہ ہر اس شخص کو شامل ہے جو ان سے کسی بھی قسم کی رواداری اور بھائی چارگی کو جائز رکھے، یہاں ہاشمی جی مہاراج کا تو یہ عالم ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ بھائی چارگی کو قائم رکھنے کے لئے خود سادھوؤں کے

لباس میں ملبوس ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ چشتیہ رنگ ہے انھیں یہ بھی نہیں معلوم کہ قادری سلسلے میں سبز رنگ کیوں آیا ہے اور چشتیہ سلسلے کے بزرگوں نے بھگوا کلر نہیں کا ہو رنگ کیوں اختیار کیا اگر علم ہوتا تو چشتیہ سلسلے کے بزرگوں کے اختیار کردہ کا ہو کلر کے پردے میں سادھوؤں کا کلر بھگوارنگ اختیار نہ کرتے چہ جائیکہ غیر مسلم سادھوؤں کو ساتھ میں رکھنا اور اپنے عقیدت مندوں سے ان کی تعظیم کروانا اور خود بھی ان کی تعظیم میں لگے رہنا یہ کس قدر اسلام اور مسلموں کو ذلیل کرنے کی ناپاک حرکت ہے قادری سلسلے اور چشتیہ سلسلے میں دوا لگ الگ رنگوں کی کیفیت پر ہم آگے اسکا ذکر کریں گے ہم نے صرف اشارہ کر دیا ہے تاکہ وہ خود بھی تلاش کریں مجھے معلوم ہے یہ ان کی بس کی بات نہیں ہے۔ روادری کے سلسلے میں حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جہاد اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے انکار سے رواداری کا ذمہ پیدا ہوتا ہے اے سنی تو اس رواداری سے ایمان کے دائرے سے نکل کر کفر کے دائرے میں داخل ہوگا (آداب المریدین بحوالہ قلمی مکتوبات سیدی و والدی مرشدی علیہ الرحمہ) قرآن مجید تو کفار و مشرکین کے ساتھ بیٹھنے سے بھی منع کرے بلکہ ان سے جہاد اور سختی کا حکم دے، اب ہاشمی صاحب کا سادھوانہ رنگ میں رنگ جانا اور غیر مسلموں کے سادھوؤں کو ساتھ رکھکر ان کی خود تعظیم کرنا اور عقیدت مندوں سے ان کی تعظیم کروانا اسلام

کے خلاف یہ کتنی اذیت ناک حرکت ہے۔ کیا ان کے والد حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کا بھی طرز عمل ایسا ہی تھا؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ حضرت محدث اعظم ہند غیر مسلم سادھوؤں کو تو کیا اپنے ساتھ رکھتے بلکہ ان کے سٹیج پر غیر متشرع سنی بیٹھتا نہیں، کہا محدث اعظم ہند اور کہاں یہ ہاشمی جی مہاراج، ان کا یہ طرز عمل خالص صلح کلی ذہن کی پیداوار ہے جسکی وبا آج ہر طرف چھائی ہوئی ہے اسکے خلاف امام اہلسنت مجدد اعظم امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے اپنے نوک قلم سے ایسے لوگوں کے مکائد کو بے نقاب کیا، ہاشمی صاحب کا بزرگان دین کے بارے میں یہ کہنا کہ....

”یہ لگائیں میلے اور یہ ڈھکیلیں“ یہ بھی صلح کلیانہ بکواس ہے کیا غیر مسلم خوش ہو کر بزرگان دین کی تاریخ اور حقائق کو جھٹلائیں گے، سب سے پہلے بزرگان دین نے غیر مسلموں سے جہاد فرما کر انھیں اتنا خائف و پریشان کر دیا اور بہتوں کو فانی النار کر دیا۔ عرض کہ آج بھی کفار ان سے لرزہ بر اندام ہیں، جیسا کہ ایک ہندو شاعر دلورام نے اسکا اعتراف کیا ہے۔

قوت اسلام کا انکار کس کافر کو ہے بیت اسلام کا ڈراب تک اہل شر کو ہے بزرگان دین کا خوف پہلے سے اب تک اس قدر غالب ہے کہ وہ اسی اپنے پرانے خوف دہشت کی وجہ سے آج بزرگان دین کے مزارات پر نظر آتے ہیں۔ ☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت چیف ایڈیٹر ماہنامہ سنی آواز ناگپور کی آنے والی معرکہ الآراء تصنیف

”ہاشمی بولتے ہیں سمجھتے نہیں“

عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہو کر قارئین کے ہاتھوں میں ہوگی ضرور مطالعہ کریں (ادارہ)۔

شفاء الصدور فی احکام النذور

ترجمہ

رسالہ نذرو بزرگاں

مولفہ: حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی، علیہ الرحمہ۔ مترجمہ: شیخ المشائخ ابوسید چندا حسینی صوفی اشرفی علیہ الرحمہ، سجادہ نشین ۱۵۱ حضرت قطب راجپور

نذرو بزرگان دین پر حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی فارسی قبارک تصنیف جسے شیخ المشائخ علیہ الرحمہ نے اردو ترجمہ فرما کر مشائخ اہلسنت پر احسان فرمایا، سنی آواز ناگپور سے بار شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ (ادارہ)

۷۸۶/۹۲

رب العزۃ کی حمد و شکر اور خاتم النبوت اور ان کے متوسلین از اہل بیت و اہل صحبت پر درود و سلام کے بعد بندہ مسکین محمد رفیع الدین اللہ تعالیٰ اسے سلف صالحین سے ملحق کرے کہتا ہے کہ یہ چند کلمے نذر کے باب میں چند مسئلوں پر مشتمل ہیں جو اولیاء کرام کے مزارات پر لاتے ہیں۔ (مسئلہ اول) وہ کہ نذر کا لفظ جو وہاں مستعمل ہوتا ہے شرعی معنی پر نہیں ہے جو جنس عبادات مقصودہ سے تقرب الی اللہ کے طریقے پر کسی غیر واجب کا ایجاب ہے بلکہ عرفی معنی پر ہی کیونکہ عرف وہ ہے کہ جو کچھ بزرگوں کے حضور میں لیجاتے ہیں اسے نذر و نیاز کہتے ہیں۔ ہاں نذر شرعی کبھی اس کی قسم سے بھی ہوتی ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اگر تحقیق اولیاء کرام کے لئے ہے تو حرام ہے جیسا کہ لا نذر لغير الله۔ غیر اللہ کے لئے نذر نہیں ہے آیا ہے اور نیز کسی سے قضائے (حاجت) استعلاء چاہنا اور نفع و ضرر کا مالک اعتقاد کرنا صورتاً شرک اکبر میں سے ایک قسم ہے اور جو نذر نیت و حقیقت میں ایسی نہیں ہے وہ ان تین وجوہ سے کسی ایک وجہ سے درست

ہے (وجہ اول) وہ ایک خالص خدائے تعالیٰ ہی کے لئے اور یہ مصرف محض ہیں گویا کہتا ہے کہ یا الہی میری وہ مراد حاصل ہو جائے تو تیری نذر اس صالح کے خدام کو پہنچاؤ گا۔ (وجہ دوم) وہ کہ انہیں شفع بناتا ہے گویا کہتا ہے یا حضرت جناب الہی میں اس مشکل کیلئے دعا کیجئے اگر یہ مراد حاصل ہو جائے تو آپ کی طرف سے اس قدر طعام یا نقد پہنچاؤں گا تا کہ اس کا عائد ثواب تمہیں حاصل ہو یہ صورت جائز ہے اس لئے کہ جناب رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو وصیت فرمائی جب تک زندہ رہیں میری طرف سے قربانی کرتے رہیں اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کنواں تیار کرادو اور کہو کہ اس کا ثواب ام سعد کے لئے ہے (وجہ سوم) وہ کہ اس بزرگ کو جناب الہی میں وسیلہ بناتا ہے اور کہتا ہے کہ الہی فلاں بزرگ کی برکت اور اپنی مہربانی اور عنایت سے جو ان پر تیری ہیں جنہوں نے تیری رضا جوئی میں اپنی عمر بسر کی ہے اگر میری مشکل آسان فرمادیے تو اس قدر مال تیرے لئے دیتا ہوں اور اس کا ثواب اس بزرگ کو پہنچاتا ہوں تا کہ اس بزرگ

کیساتھ نیکی اور احسان کرنے تو خوش ہو یہی ہے مذہب حنفی کہ انسان اپنا ثواب جسکو چاہے پہنچائے جائز ہے۔

(مسئلہ دوم) **اولیاء کے نام پر دینا**۔ کسی پر عفو و مرمت زمین و روشنی و مصرف خدام و خدمت اضیاف اور مجلس کے انتظام کے لئے مقرر کریں اس قسم کا حکم یہ ہے کہ وہ مصارف مذکورہ کے لئے وقف ہے اس لئے کہ اس کی اصل اہل استحقاق کے تصرف سے محبوس ہے اور اس کا منافع ان کے لئے مصروف اس کے باوجود حقیقی وقف نہیں ہے کیوں کہ جو کچھ..... اصل محبوس ہے اس رقبہ کی ملک واقف کے لئے نہیں ہے بلکہ صورت و احکام میں شبیہ بوقف ہے مصارف کے فقدان کی صورت میں واقف کی طرف راجع ہوگا یا بیت المال کی طرف۔ مگر وہ چیز جو کہ غلہ اور زر نقد امرء و حکام انہیں مصارف کے لئے مقرر کرتے ہیں اور زمینداراں جو کچھ للہ مقرر کرتے ہیں جسے رسولی کہتے ہیں اس صورت میں وہ شخص جو پہنچاتا ہے ان مصارف میں خرچ کرنے کے لئے وکیل ہے اور وہ مال صدقہ ہوگا یا صرف کرنے کے زمانے تک واہب کی ملک اس کے مصارف وہی وقف کے مصارف ہیں پس اس کام کیلئے وقف کا متولی لازم ہے اس متولی کو امانت و کفایت واجب ہے اور اس متولی کو مقرر کرنا یا تو میت کی طرف سے ہوگا جو اپنی حیات میں کسی کو مقرر کرے جو اس کا وصی ہو یا اس کا تقرر میت کے خلفاء اور اس کے اصحاب طریق اور اقارب خاندانی کے اہل حل و عقد کی جانب سے ہوگا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے ان کنتم فی سفر فام و احدکم۔ یا وہ یہ کام اس خاندان میں ایک شخص ہی پر رہا ہو خواہ وہ کام اس شخص سے قربت صوری کی وجہ سے متعلق ہو یا خلافت معنوی کے تعلق سے پس لوگ ضرورتاً اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور کام اس کے حوالے کرتے ہیں خواہ اس کا تقرر حکم سلطانی ہی سے ہو پہلی صورت میں اس شخص کو صاحب سجادہ کہہ سکتے ہیں (یعنی اس شخص

کو جو اپنی خاندانی خلافت رکھتا ہے) دوسری صورت میں وہ شخص متولی محض ہوگا (یعنی وہ شخص متولی کہلائے گا جسے اس بزرگ سے خاندانی خلافت نہ ہو اور جانشین نہ ہو)۔ قسم دیگر وہ کہ حاکم یا زمیندار میت سے صلہ و نیکی اور اس کی خوشنودی کی نیت سے کسی کو خاص طور پر عطا کرے یا سالانہ و فصلانہ اس کے نام مقرر کرے یہ قسم جائز ہے اس پر حمل کرتے ہوئے کہ جناب نبوت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ام المؤمنین بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سہیلوں کے پاس طعام و غلہ بھیجا کرتے تھے اور یہ ہدیہ اور ہبہ محض ہے کسی دوسرے کی اس میں شرکت نہیں ہے اور وہاں کوئی ثواب اور عبادت نہیں ہے بلکہ احباب پر نیکی اور احسان ہے جو شریعت میں جائز اور مسلم ہے اس قسم کا حکم غنی کے لئے ہدیہ اور تملک ہے اور فقیر کے لئے صدقہ۔ قبضہ کے بعد موہوب لہ کی ملک ہو جاتا ہے رقاربہ اور متوسلین میں سے کسی کی اس میں شرکت نہیں ہے اس قسم کی اراضی..... اس اراضی کا حکم رکھتی ہے جو عطاء سلطانی ہے اگر واہب تملیک رقبہ کیا ہے تو اس کے ورثہ میں فرائض کا حکم جاری ہوگا اگر واہب نے تملیک نہیں کی ہے تو تقسیم کا قانون مقرر کر کے عواری کا حکم کیا ہے تو اس پر گل کریں اگر معین نہیں کیا ہے مورث نے اسکی تقسیم معین کی ہے اس تو پر عمل کریں یا فرائض کے موافق تقسیم کریں جو حکم خداوندی کے مطابق ہوگی اس صورت میں جب کہ صاحب عطا نے اس کی شرح نہ کی ہو۔ اس کی تقسیم اپنی جانب نہ رکھی ہو یہ حکم جاری ہو سکتا ہے ورنہ سابقہ قسم میں اس کا حکم رہے گا (قسم سوم) وہ کہ لوگ اولیاء کے مزار کے پاس (کوئی چیز) رکھ کر جاتے ہیں اور کسی کا تعین نہیں کرتے ان کے ارادے کے موافق ان کے متوسلین میں سے کوئی لیتا ہے یا وہ آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں (متوسلین کے نہ ہونے کی صورت میں) کوئی اجنبی لے لیتا ہے اس کا.... حکم سبیل کے پانی کی طرح جو چاہے پی لے یا مسجد

کے خوشوں کی طرح ہی جو چاہے کھالے جو لٹکاتے ہیں تحلیل اور اباحت کی قبیل سے چیز ہے۔ دوسرے قسم وہ کہ کوئی شخص فتنہ کے طور پر جیسا کہ مسئلہ اول میں.... گزرا کوئی چیز خدام کے نام مقرر کرتا ہے اور ادا کے وقت وہاں پہنچاتا ہے۔ دوسرا وہ کہ کوئی چیز غلے میں ڈالتا ہے جیسا کہ خدام مزار تقسیم کے لئے جمع کرتے ہیں اس قسم کا حکم وہ ہے کہ وہ اصل میں کسی کی ملک نہیں ہے لیکن اس متوقع جمع کو فتوح لکھے ہیں اور وہ سب خدمت میں مساوی ہیں اور قاسم کو خیانت اور حق تلفی سے مہتمم کرتے ہیں اور اس کا چھپانا ان میں آپس میں منازعت اور قاسم کو خیانت اور حق تلفی سے مہتمم کرتے ہیں اور اس کا چھپانا ان میں آپس میں منازعت اور مخاصمت کا سبب بنتا ہے انصاف کی رعایت اور خصرمت کے اندفاع کیلئے تقسیم میں ایک اصطلاحی قاعدہ مقرر کرتے ہیں اس صورت معتبر اور معمول بہ ہوگی اور یہ قسم غنائم کی تقسیم کے قبیل سے ہے اور نہ موریت کی تقسیم کے قبل سے اگر اس میں یہ قسم غنائم کی تقسیم کے قبیل سے ہے اور نہ موریت کی تقسیم کے قبل سے اگر اس میں یہ شبہ دامن گیر ہو کہ یہ نذر بہہ مشاع کے قبیل سے ہو جاتی ہے یہ سمجھنا چاہیئے کہ بہہ مشاع عقلی منظورات شرعی ممنوعات سے نہیں ہے کہ اس نوع سے عقلی ادلہ کے مخالف ہو..... اور قاضی کا حکم اس سے رد ہو جائے بلکہ..... صاحبین اور عام شافعیین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کے جواز کا حکم کیئے ہیں اگر ضرورت کی بنا پر تجویز کریں اور اس کے مجوز کے قول پر عمل کریں تو فقہات سے دور نہ ہوگا اگر اباحت اور تحلیل پر محمول کریں تو بھی اس سے دور نہ ہوگا۔ دوسری قسم وہ کہ بعض اغنیا کچھ رقم کسی امین کے پاس بھیجتے ہیں کہ وہ فلاں مزار کے خدام میں تقسیم کرے اس صورت میں وہ شخص واہب کی طرف سے لینے میں وکیل ہے ہر ایک کے خاص حق کی تقسیم کے بعد بحکم بہہ مبلغ رسول اور اس کا اقباض تمام ہو جاتا ہے اس کی تقسیم مالک کی اجازت پر کرنا چاہیئے یا وکیل

امین کی رائے پر اور یہ تقسیم کے۔ فی کے طریق پر ہوگی جو امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ہے یا حاجت و مصارف کے طریق پر ہوگی جو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ہے اس تیسری وجہ میں جو کچھ مزار کی تعمیر وغیرہ کے لیے بھیجا جائے وہ متعین جو اگر کوئی صاحب توفیق مزار پر عمارت بنادے اور اپنی تصرف سے علحدہ کر کے وہاں کے خدام کی تصرف میں دیدیے شکست و ریخت اور کہنگی کی مرمت کے بعد اس کا حکم وہی ہے کہ اس کی رقم..... اس مکان کی مرمت اور اس کے..... مصالح میں خرچ کریں اور جو رقم مصارف کے بعد بچ جائے حاجت کے وقت کے لیے امانتاً محفوظ رکھیں اگر خدام کی حاجت غالب ہو تو مرمت سے استغنا کی صورت میں ان میں تقسیم کر دیں۔

مسئلہ سوم۔ اس نذر کا مستحق کون ہے ظاہر ہے میت کی کوئی ملک نہیں ہے پس اس میں میراث کے احکام جب حرامان و جب نقصان کو مرعی رکھنا بھی معتذر ہے اور باطل بلکہ مواہب کے لفظ میں دیکھنا چاہیئے اگر اولاد کا نام ہے تو اولاد موجودہ میں تقسیم کریں اگر خدام کا نام ہے تو ان میں تقسیم کریں اگر کسی کے نام سے خاص نہیں ہے تو وہاں کے خدام خواہ اولاد ہوں یا اجانب اگر جماعت کے تعین سے معتبر ہو تو اجر کا موجب ہوگا۔

مسئلہ چہارم - وہ کہ یہ جو رسم ہے کہ بعض حصہ دار اپنے حصے کو اسامی کے اسم سے معبر ہوتا ہے کسی کو بیع کر دیتے ہیں یا گرو رکھتے ہیں یا ہبہ کر دیتے ہیں یہ عقد شرع کے قاعدے سے باطل ہے اول وہ کہ مال موجود نہیں اور معلوم القدر بھی نہیں ہے پس وہ عوض اور بلا عوض کے تملیک کے قابل نہیں ہے اگر ایسا عقد جہالت سے واقع ہو جائے تو دہنر جو بائع لیا ہے اس کے سہم سے ادا کریں اور اگر مر گیا ہے..... اور اس کا دوسرا مال ہو تو اس مال سے ادا کریں ورنہ اس کی صیانت مشتری کے مال سے اس

کے ادا ہونے تک تاخیر اور آہستگی سے کریں اس کے بعد مذکورہ وجوہ پر ان میں..... تقسیم کریں۔

مولف رسالہ مولانا شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے فتاویٰ (کسی بزرگ کی نذر کی مستحق اولاد ہے یہ نہ ہو تو اہل خاندان جن سے اس بزرگ کی درگاہ کی خدمت متعلق ہے یہ بھی نہوں تو خدام مستحق ہیں ۱۲ ان درجہ بدرجہ مستحقین کی موجودگی کسی دوسرے کو اس کا حق نہیں پہنچتا۔ ۱۲ (بیاض الوصایا) ۸۷ میں فرماتے ہیں کہ بعض لوگ جانوروں کو مثل گائے مینڈھا مرغ وغیرہ کے بزرگوں کے مزارات پر جو بطریق نذر کے لاتے بھی اور مطلق ذبح کی قید نہیں لگاتے نقد اور شیرینی کی طرح نیاز پیش کر کے جاتے ہیں اس درگاہ کے خدمتگار ہیں اگر چاہیں تو ذبح کریں اور اگر چاہیں تو بیچ دین اس قسم کی نذر بھی کوئی قباحت نہیں رکھتی۔ اسی صفحہ میں فرماتے ہیں ایک قسم نذر اولیاء کی ان کے ساتھ احسان اور تبرع کی نیت سے ہے یقین ہے کہ اللہ کے محبوبوں کے ساتھ احسان رضائے الہی کا سبب ہے امید ہے کہ اولیاء کرام مقام مکافاة میں اسی سے بڑھ کر عطا کرتے ہیں (یہ ہے اولیاء کرام کا اختیار اور ان کا جود و احسان جسے وہابیہ دیوبندیہ اور وہابیہ غیر مقلدین شرک کہتے ہیں حضرت شیر پیشہ سنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

سنیوان سے تم مدد مانگو شرک و بدعت بکا کر یے کوئی

اگر اپنی قضائے حاجت کے لئے ہو تو ان کی دعا ہماری دعا سے اجابت میں قریب تر ہے احسان کا طریقہ وہ ہے کہ اللہ کے لئے صرف ہو اور اس کا ثواب ان کی بارگاہ میں پیش ہو۔ تمت اولیاء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نذر و نیاز اور ان سے مدد چاہنے کا نکار کرنا معتزل کا مذہب ہے جو حنفیت کے مدعہ تھے دیکھو اثاثۃ الممعة جلد سوم ص ۴۰۲ اس اعتزال کو مقلد وہابیوں یعنی دیوبندیوں نے اختیار کیا جو انہیں کے طرح حنفیت کے مدعی ہیں

درگاہوں کی خدمت میں وہاں کی صفائی اور روشنی اور اس مقام کی درستی اور اس مقام کو ہر ایک بے ادبی لہو و لعب اور فسق و فجور اور ہر اس چیز سے پاک رکھنا داخل ہے جو اشعریت اور ماتریدیت کے خلاف ہے جس سے مباحی غافل ہیں چنانچہ مترجم کے خاندانی ملفوظات اور وصایا میں اس کی خصوصی تاکید آئی ہے فقیر کی اولاد پر اسپرختی کے ساتھ عمل کرنا واجب ہے وہ احکام یہ ہیں۔ صاحب سجادہ کے اختیارات حسب احکام دین یہ ہیں نظم و نسق روضہ عزل و نصب خدام تقدیم و تاخیر مصالح روضہ اور اغیار کے تصرف اور ہر اس فعل کو روکنا جو شریعت یا ماتریدیت اور اپنی خاندانی داب کے خلاف ہے دیکھو کلمات قدسیہ ص ۱۶ وصیت نامہ قلمی نوشتہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱۹۵ھ۔ ان احکام کے لحاظ سے فقیر کی اولاد پر آستانہ شمسہ کو وہابیت، دیوبندیت، نیچریت، قادیانیت، مباحیت، جولیت، صلح کلیت، مودودیت، وہابیت وغیرہ سے پاک رکھنا ایمانی شرعی اور خاندانی واجبات سے ہے (حسب ارشاد و بموجب حکم قدوة السالکین حضرت سید شاہ علی حسینی قدس سرہ برادرزادہ حقیقی وجانشین قطب رانچور سرکار شمسہ قدس سرہ کسی شخص کو آستانہ عالیہ شمسہ میں اور اس کی متعلقہ زمین میں گنڈیے اور چھوچھا کرنے نہ دیں یہ چیز خاندانی واجبات اور حقوق خدمت آستانہ سے ہے (بیاض الوصایا والوثائق) صوفی)۔ خدائے تعالیٰ ان کی مدد فرمائے اور انہیں اس کام کی توفیق بخشے و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد والہ وصحبہ وسلم الحمد للہ تعالیٰ کہ آج بتاریخ ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۰ھ کو رسالہ نذر و بزرگاں کے ترجمہ سے فارغ ہوا اور اس کا نام شفاء الصدور فی احکام النذر رکھا۔

صوفی سجادہ نشین آستانہ شمسہ، رانچور

اہل حدیث کی گستاخی

اہل حدیث میں چونکہ رفض و تشیع کے جراثیم پوری طرح سرایت کئے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے بہت سے فقہی اور اعتقادی مسائل میں دونوں جماعتوں کے درمیان توافق پایا جاتا ہے یہی چیز دونوں فرقوں کے درمیان گہرے روابط کی نشاندہی کرتی ہے۔ شیعوں کے مانند اہل حدیث بھی صحابہ کرام کو طعن و تشیع اور باطنی خباثتوں کا نشانہ بنانے میں کوئی خوف محسوس نہیں کرتے۔ شیخ عبدالحق بناری کو کون نہیں جانتا، اہل حدیث کے مشہور و معروف عمائدین اور علماء میں سے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کی زوجہ مطہرہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں ان کے تشیع زدہ الفاظ کو تاریخ نے محفوظ کر رکھا ہے۔

”حضرت علی سے جنگ کر کے حضرت عائشہ مرتد ہو چکی تھیں، اگر بلا توبہ مری تو کفر پر مری“ (کشف الحجاب، ص ۲۱ بحوالہ آئینہ غیر مقلدین، ص ۲۳۹)

اہل حدیث مذہب میں جس طرح صحابہ کرام کا قول و فعل اور ان کی رائے حجت نہیں ہے اسی طرح صحابہ کرام کی فہم بھی حجت نہیں ہے۔ فتاویٰ نذیریہ میں ہے۔

”عائشہ اپنے فہم سے فرماتی ہیں کہ اگر حضور نبی کریم ﷺ اس زمانے میں ہوتے تو آپ عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع کر دیتے، فہم صحابہ حجت شرعی نہیں ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ ص ۶۲۲)

اس مسئلہ کے ضمن میں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عورتوں کو مسجد میں جانے والی بات اپنی فہم سے فرمائی ہے جو حجت شرعی نہیں۔ فتاویٰ نذیریہ کے مفتی نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں زبردست گستاخی کی ہے، انھیں حضور ﷺ کے حکم کا مخالف بتایا ہے اور ان کو قرآن کی آیت کے مصداق قرار دیا ہے۔ ”ومن یشاقق الرسول من بعدھا تبین لہ الہدیٰ ویقتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ونصلہ جہنم وساءت مصیرا“ جو رسول سے اختلاف کرے گا جب کہ کھل چکی ہے اس پر سیدھی راہ اور مؤمنین کے علاوہ راستہ چلے گا تو ہم اس کو وہی حوالہ کر دیں گے جو اس نے اختیار کیا ہے اور اس کو جہنم میں پہنچا دیں گے۔

فتاویٰ نذیریہ کے مفتی کی بات ملاحظہ ہو:۔ پھر اب جو شخص بعد ثبوت قول رسول و فعل صحابہ کی مخالفت کرے وہ اس آیت کے مصداق ہے، جو حکم صراحۃً شرع شریف میں ثابت ہو جائے اس میں ہرگز رائے و قیاس کو دخل نہ دینا چاہئے کہ شیطان اس قیاس سے کہ انا خیر منہ حکم صریح الہی سے انکار کر کے ملعون بن گیا اور یہ بالکل شریعت کو بدل ڈالنا ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ ص ۴۲۲)

فتاویٰ نذیریہ کے مفتی کی گمراہی ملاحظہ فرمائیں:۔ اس نے درپردہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر کیسا زبردست حملہ کیا ہے افسوس اس فتویٰ پر میاں نذیر حسین صاحب کا حاصل یہ بھی بلا اختلاف نوٹ کے دستخط موجود ہے۔ مفتی کے اس بیہودہ کلام کا حاصل یہ نکلتا ہے۔

(۱) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس مسئلہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے حکم کی مخالفت کی ہے۔

(۲) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس مسئلہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے حکم کی مخالفت کر کے آیت مذکورہ بالا کا مصداق ہوئیں۔

(باقی صفحہ ۲۲ پر)....

فضائل شب برأت اور مسائل زیارت قبور

از : ڈاکٹر غلام مرسلین رضوی، ناگپور

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا شب برأت آئے تو رات میں قیام کرو یعنی نماز پڑھو اور دن میں روزہ رکھو۔ (ابن ماجہ بیہقی روح المعانی)

حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ پانچ راتیں ایسی ہیں جس میں دعا قبول ہوتی ہے۔ ایک جمعہ کی رات، ایک عیدین کی رات، ایک یکم رجب کی رات اور پندرہویں شعبان کی رات۔ (ماثبت بالسنۃ فی ایام السنۃ۔ الشیخ عبدالحق محدث دہلوی)

مرض ووباء سے نجات رزق میں برکت: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل اس شب میں غروب آفتاب کے وقت آسمان سے دنیا کی طرف نزول اجلال فرماتا ہے کہ ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ میں اسکی مغفرت کروں۔ ہے کوئی روزی مانگنے والا کہ میں اسکو روزی دوں۔ ہے کوئی گرفتار بلا کہ میں اسے عافیت دوں۔ ہے کوئی اور ایسا؟ اس قسم کی ندائیں صبح تک ہوتی رہتی ہیں (ابن ماجہ)

مسلمانوں کی مغفرت: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ عزوجل شب برأت میں میری امت پر بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر بخشش فرماتا ہے۔ (بنی کلب عرب میں ایک قبیلہ تھا جسمیں بکریاں کثرت سے تھیں۔ (ترمذی/ابن ماجہ/مسند احمد/تفسیر کبیر)

حق تعالیٰ اس رات میں تمام مسلمانوں کی

قرآن مجید میں اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے فیہا یفرق کل امر حکیم: ترجمہ: ہمارے حکم سے اس رات میں ہر حکمت والا کام بانٹ دیا جاتا ہے۔ (سورہ دخان ۴۴۔ پارہ ۲۵۔ آیت ۴)

ابوحنیٰ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نصف شعبان کو فیصلہ فرماتا ہے اور لیلۃ القدر کو فرشتوں کے حوالے کر دیتا ہے۔

(تفسیر مظہری۔ ج ۸۔ ص ۸۸۰/معالم التنزیل۔ ج ۴۔ ص ۱۷۴) مندرجہ بالا روایت ابن عمر، مجاہد، ابو مالک، ضحاک اور بہت سے سلف صالحین سے مروی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر۔ ج ۴۔ ص ۲۶۴)

سرکار دو عالم ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تم جانتی ہو اس رات میں کیا ہوتا ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہوتا ہے؟ فرمایا اس رات میں سال کا ہر پیدا ہونے والا اور مرنے والا آدمی لکھا جاتا ہے اور لوگوں کے اعمال ان کے رب کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں اور ان کے رزق اتارے جاتے ہیں (بیہقی)

پندرہویں شب کی فضیلت :

ابن ماجہ میں ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی مرقوم ہے کوئی رات شب قدر کے بعد پندرہویں شعبان کی شب سے افضل نہیں۔ (ابن ماجہ)

مغفرت فرمادیتا ہے سوائے مشرک، کافر، جادوگر، نجومی، زانی، شرابی، کینہ پرور، سودخور، ماں باپ کی نافرمانی کرنے والے، رشتہ قطع کرنے والے کے۔ (ابن ماجہ/بیہقی/شعب الایمان)

مسجد میں شب بیداری: خالد بن معدان، لقمان بن عامر، اور اسحاق بن راہویہ مسجد میں جمع ہو کر اس رات شب

بیداری کرتے تھے۔ اور خالد و لقمان کی یہ حالت تھی کہ پندرہویں شب میں یہ دونوں عمدہ لباس زیب تن کرتے، سرمہ لگاتے اور رات بھر مسجد میں عبادت کناں جاگتے تھے۔ (تبیان القرآن/ما ثبت بالسنة فی ایام السنة / قوت القلوب / فتاویٰ رضویہ)

بعد وفات روحوں کا اپنے گھروں میں آنا: حضرت

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے جب عید یا شب جمعہ یا عاشورے کا دن یا شب برأت ہوتی ہے اموات کی روحوں آکر اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑی ہوتی اور کہتی ہیں: ہے کوئی کہ ہمیں یاد کریں، ہے کوئی کہ ہم پر ترس کھائے، ہے کوئی کہ ہماری غربت کی یاد دلائے (خزانة الروایات / فتاویٰ رضویہ جدید / ج ۱۹ / ص ۶۵۳)

شیخ الاسلام کشف الغطاء عمالذم للموتی علی الاحیاء فصل ہشتم میں فرماتے ہیں: غرائب اور خزانہ میں منقول ہے کہ مومنین کی روحوں ہر شب جمعہ، روز عید، روز عاشوراء، اور شب برأت کو اپنے گھر آکر باہر کھڑی رہتی ہیں اور ہر روح غمناک بلند آواز سے ندا کرتی ہے کہ ایے میرے گھر والو، صدقہ کر کے ہم پر مہربانی کرو (کشف الغطاء / ص ۱۶۶ / فصل احکام دعا و صدقہ: فتاویٰ رضویہ جدید / ج ۱۹ / ص ۶۵۰)

شب جمعہ روحوں کا اپنے گھروں میں آنا: اور شب

جمعہ روحوں کا اپنے گھروں میں آکر ندا کرنا تو سیکڑوں

روایات سے ثابت ہے جیسے خزانة الروایات میں ہے: بعض علماء محققین سے مروی ہے کہ روحوں شب جمعہ چھٹی پانی اور پھیلتی جاتی ہیں۔ پہلے اپنی قبروں پر آتی ہیں پھر اپنے گھروں میں۔ علاوہ ازیں اس طرح کی کئی روایتیں الشیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعة الممعات میں، الشیخ امام جلال الدین سیوطی نے شرح الصدور میں، الشیخ امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ایتان الارواح اور فتاویٰ رضویہ میں نقل کیا ہے۔ مزید معلومات کے لئے اصل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

شب برأت کی فضیلت علماء دیوبند کی نظر میں: مولوی اشرف علی صاحب تھانوی لکھتے ہیں: پندرہویں شعبان میں مردوں کے لئے گورستان میں جا کر دعا و استغفار کرنا مستحب ہے، اور حدیث سے ثابت ہے۔ اس شب میں بیدار رہ کر عبادت کرنا خواہ خلوت میں یا جلوت میں افضل ہے لیکن اجتماع کا اہتمام نہ کیا جاوے اور پندرہویں تاریخ شعبان کو روزہ رکھنا مستحب ہیں۔ (زوال السنہ ص ۱۷ بحوالہ شب برأت کی حقیقت)

جسٹس محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں: اس رات کی فضیلت بے بنیاد نہیں شب برأت کے بارے میں یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ اسکی کوئی فضیلت حدیث سے ثابت نہیں، حقیقت یہ ہے کہ دس صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے احادیث مروی ہیں جن میں نبی کریم ﷺ نے اس رات کی فضیلت بیان فرمائی چند سطر آگے لکھتے ہیں، جس رات کی فضیلت میں دس صحابہ کرام سے روایات مروی ہوں۔ اس کو بے بنیاد اور بے اصل کہنا بالکل غلط ہے۔ آگے لکھتے ہیں امت مسلمہ کے جو خیر القرون ہیں، یعنی صحابہ کرام کا دور، تابعین کا دور، تبع تابعین کا دور، اس میں بھی اس رات کی فضیلت سے فائدہ اٹھانے کا اہتمام کیا

ہے، (کچھ سطر بعد) اور جن لوگوں کے پاس فالتو عقل ہوتی ہے، وہ اس قسم کی بحث و مباحثہ میں پڑتے ہیں (جسٹس عثمانی / شبِ برأت کی حقیقت ص ۲۵)

زیارت قبور احادیث نبوی ﷺ کی روشنی میں:

حدیث ۱: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا اب تم قبروں کی زیارت کرو کہ وہ دنیا میں بے رغبتی کا سبب ہے اور آخرت یاد دلاتی ہے۔ (ابوداؤد۔ السنن ابن ماجہ: ج ۱: ص ۱۱۶: باب زیارة القبور)

حدیث ۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ اس سے آخرت کی یاد تازہ ہو جاتی ہے (السنن ابن ماجہ: باب زیارة القبور)

حدیث ۳: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے زیارت قبور کی اجازت دی ہے (السنن ابن ماجہ: باب زیارة القبور)

حدیث ۴: شعب الایمان میں محمد بن نعمان سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو اپنے والدین کی یا ان میں سے ایک کی ہر جمعہ زیارت کرے گا اسکی مغفرت ہو جائیگی اور نیکیو کار میں لکھا جائے گا۔ (مشکوۃ المصابیح: ص ۱۰۶: باب زیارة القبور)

دعا زیارت قبور: جب کوئی شخص قبرستان کی زیارت کرے تو کہے السلام علی اہل الدیار (قبرستان کی بستی والوں پر سلام ہو) یا السلام علیکم یا اہل القبور یغفر اللہ لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالانتر ترجمہ: اے اہل قبور! تمہیں سلام ہو اللہ تعالیٰ تمہاری اور ہماری

جاتا رہا ہے۔ لوگ اس رات میں عبادت کا خصوصی اہتمام کرتے رہے ہیں۔ لہذا اسکو بدعت کہنا، یا بے بنیاد اور بے اصل کہنا درست نہیں۔ صحیح بات یہی ہے کہ یہ فضیلت والی رات ہے، اس رات میں جاگنا، اس میں عبادت کرنا باعث اجر و ثواب ہے، اور اس کی خصوصی اہمیت ہے۔

(شبِ برأت کی حقیقت ص ۹)

مولوی دلاور حسین کملائی صاحب: پہلے تھانوی صاحب اور پھر مفتی شفیع صاحب کے حوالے سے شبِ برأت میں زیارت قبور کو مستحب لکھتے ہوئے آگے فتاویٰ عالمگیری کے حوالے سے لکھتے ہیں: زیارت قبور کے لئے چار دن سب سے زیادہ بہتر ہیں: پیر، جمعرات، جمعہ اور ہفتہ۔ اسی طرح متبرک راتوں میں بھی خصوصاً شبِ برأت میں۔ (فتاویٰ عالمگیری / باب زیارت قبور ص ۵: ۳۵۰)

آگے لکھتے ہیں: علامہ شرنبلانی کی کتاب مراقی الفلاح شرح نور الایہاح فصل تحیہ المسجد ص ۲۱۹ پر ہے۔ شیخ عبدالرحمن المبارک فوری اپنی کتاب تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی ۲: ۵۳ پر شبِ برأت کی فضیلت پر متعدد احادیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: پس یہ تمام احادیث اس شخص پر حجت ہیں جسکا یہ گمان ہے کہ نصف شعبان کی رات کی فضیلت کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ (شبِ برأت کی حقیقت ص ۷۱)

بحث و مباحثہ سے پرہیز کریں: شبِ برأت کے بارے میں بہت بحث و مباحثہ میں نہیں پڑنا چاہیے (چند سطر بعد) اس لئے کہ حضور اقدس ﷺ نے بحث میں پڑنے سے منع کیا ہے، چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: المرء یطفی نور العلم یعنی اس قسم کے معاملات میں آپس میں لڑائی جھگڑا کرنا یا بحث و مباحثہ کرنا علم کے نور کو زائل کر دیتا

مغفرت فرمائے۔ تم ہم سے پہلے پہنچے اور ہم تمہارے پیچھے پیچھے آنے والے ہیں۔ (ترمذی شریف۔ باب زیارت القبور حصہ ۲ ص ۲۰۲)

مسائل زیارت قبور ارشادات اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی روشنی میں
قبر پر چراغ و لوہان اور اگر بتی کا حکم: عود لوہان وغیرہ (مثلاً اگر بتی) کوئی چیز قبر پر رکھ کر جلانے سے احتراز چاہیے۔ اگرچہ کسی برتن میں ہو اور قبر کے قریب سلگانا اگر نہ کچھ لوگ بیٹھے ہوں نہ کوئی تالی (تلاوت کرنے والا) کوئی ذاکر زائر (ذکر زیارت کرنے والا) ہو صرف قبر کے لئے جلا کر چلا آئے تو ظاہر منع ہے کہ اسراف و اضعاف مال ہے۔ اور بغرض حاضرین وقت فاتحہ خوانی یا تلاوت قرآن عظیم و ذکر الہی کیلئے لگائیں تو بہتر و مستحسن ہے جو اسے فسق و بدعت کہے وہ محض جاہلانہ جرأت کرتا ہے اور یہ شرع مطہر پر افتراء ہے۔ (فتاویٰ رضویہ۔ ج ۴ ص ۸۴؛ فتاویٰ افریقہ۔ ص ۸۴)

اگر بتی قبر کے اوپر رکھ نہ جلائی جائے کہ اس میں سوئے ادب اور بد فالی ہے۔ ہاں قریب قبر زمین پر لگائیں کہ خوشبو محبوب ہے۔ (فتاویٰ رضویہ۔ ج ۴ ص ۱۸۵)

قبر کا بوسہ و طواف: بلاشبہ غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے اور بوسہ قبر میں علماء کو اختلاف ہے احوط (احتیاطاً) منع ہے خصوصاً مزارات طیبہ اولیاء کرام کہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ کم از کم چار ہاتھ کے فاصلہ سے کھڑا ہو یہی ادب ہے پھر تقبیل (بوسہ دینا) کیونکر متصور ہے۔ (احکام شریعت۔ ج ۳ ص ۳)

غیر خدا کو سجدہ تعظیمی حرام: مسلمان، اے مسلمان، شریعت مصطفوی کے تابع فرمان، جان اور یقین جان کہ سجدہ حضرت عزت عز جلالہ اللہ کے سوا کسی کے لئے نہیں،

اسکے غیر کے لئے سجدہ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک مہین و کفر مبین (کھلا ہوا کفر اور شرک) اور سجدہ تحیت (تعظیمی) حرام و گناہ کبیرہ بالیقین (یقیناً بڑا گناہ)، اسکے کفر ہونے میں اختلاف علماء دین۔ پیرو مزار کے لئے ہرگز ہرگز نہ ناجائز و مباح بلکہ حرام اور کبیرہ فحشاء (کھلا ہوا بڑا گناہ) (الزبدۃ الزکیہ۔ ص ۱۴۱)

بلندی قبر: ایک بالشت یا کچھ زائد.... زیادہ فاحش بلندی مکروہ ہے (فتاویٰ رضویہ۔ ج ۴ ص ۱۸۰)..... اور المفلوظ میں فرماتے ہیں کہ بلندی قبر خلاف سنت ہے، میرے والد ماجد، میری والدہ ماجدہ، میرے بھائی کی قبریں دیکھئے ایک بالشت سے اونچی نہ ہوگی۔ (المفلوظ۔ ج ۳ ص ۷۹)

فرضی قبریں بنانا: فرضی مزار بنانا اور اسکے ساتھ اصل کا سا معاملہ کرنا ناجائز و بدعت ہے اور آگے لکھتے ہیں کہ، جس قبر کا یہ بھی حال معلون نہ کہ یہ مسلمان کی ہے یا کافر کی اسکی زیارت کرنی فاتحہ ہرگز جائز نہیں، کہ قبر مسلمان کی زیارت سنت ہے اور فاتحہ مستحب اور قبر کافر کی زیارت حرام اور اسے ایصال ثواب کا قصد کفر... تو جو امر سنت و حرام یا مستحب و کفر میں متردد ہو (جس حکم کے سنت و حرام یا مستحب و کفر ہونے میں اختلاف روایت ہو) وہ ضرور ممنوع و حرام ہے۔

(فتاویٰ رضویہ۔ ج ۴ ص ۱۴۱)

مزارات پر عورتوں کی حاضری: عورتوں کو زیارت قبور منع ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ اللہ کی لعنت ان عورتوں پر جو قبروں کی زیارت کو جائیں۔

(فتاویٰ رضویہ۔ ج ۴ ص ۸۴؛ فتاویٰ افریقہ۔ ص ۸۴)

ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں کہ غیبتہ میں ہے کہ یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزار پر جانا جائز ہے یا نہیں بلکہ یہ پوچھو کہ عورت پر کس قدر

لعنت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے اور صاحبِ قبر کی جانب سے... جسوقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے اور جب تک واپس آتی ملائکہ لعنت کرتے ہیں۔ سوائے روضہ انور کے کسی مزار پر جانے اجازت نہیں وہاں کی حاضری البتہ سنت جلیلہ عظیمہ قریب الواجبات ہے اور قرآن نے اسے مغفرت ذنوب کا تریاق بتایا ہے (المفلووظ - ج ۲ - ص ۱۱۷)

قبرِ مسلم کا احترام: حدیث پاک میں سرور کو نبین ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ تلوار کی دھار پر پاؤں رکھنا مجھے اس سے آسان ہے کہ مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھوں۔ اور دوسری حدیث میں فرماتے ہیں سرکارِ دو عالم ﷺ کہ اگر میں انگارے پر پاؤں رکھوں یہاں تک کہ وہ جوتے کا تلا توڑ کر میرے تلوے تک پہنچ جائے تو یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ کسی مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھوں۔ یہ وہ فرما رہے ہیں کہ واللہ اگر مسلمان کے سر اور سینے اور آنکھوں پر قدم اقدس رکھ دیں تو اسے دونوں جہاں کا چین بخش دیں ﷺ۔ فتح القدیر، طحاوی اور رد المحتار میں ہے قبرستان میں جو نیا راستہ نکلا ہو اس پر چلنا حرام ہے کہ ضرور قبروں پر ہوگا بخلاف راہ قدیم کے کہ قبریں اسے چھوڑ کر بنائی جاتی ہے، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں، قبر پر نماز پڑھنا حرام، قبر کی طرف نماز پڑھنا حرام، قبر پر قدم رکھنا حرام، قبروں پر مسجد بنانا یا

زراعت (کھیتی) وغیرہ کرنا حرام۔ (عرفان شریعت - ص ۱۸)
درود قبرستان: درودِ روحی ایک ایسا درود ہے جس کے پڑھنے سے فوت شدہ حضرات کو عالم برزخ میں بہت فائدہ پہنچتا ہے لہذا یہ درود مردوں کے لئے بخشش کا ذریعہ ہے۔ اس درود کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ قبرستان میں اسے پڑھنے سے روحوں کو عذاب سے نجات ملتی ہے لہذا جب کوئی قبرستان میں زیارتِ قبور کے لئے جائے تو اسے چاہیے کہ وہاں ایک مرتبہ یہ درود پڑھے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ مَا دَامَتِ الصَّلٰوَةُ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ مَا دَامَتِ الرَّحْمَةُ وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ مَا دَامَتِ الْبَرَكَاتُ وَصَلِّ عَلٰی رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَرْوَاحِ وَصَلِّ عَلٰی صُوْرَةِ مُحَمَّدٍ فِی الصُّوْرِ وَصَلِّ عَلٰی اِسْمِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَسْمَاءِ وَصَلِّ عَلٰی نَفْسِ مُحَمَّدٍ فِی النُّفُوسِ وَصَلِّ عَلٰی قَلْبِ مُحَمَّدٍ فِی الْقُلُوْبِ وَصَلِّ عَلٰی قَبْرِ مُحَمَّدٍ فِی الْقُبُورِ وَصَلِّ عَلٰی رَوْضَةِ مُحَمَّدٍ فِی الرِّیَاضِ وَصَلِّ عَلٰی جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَجْسَادِ وَصَلِّ عَلٰی تُرْبَةِ مُحَمَّدٍ فِی التُّرَابِ وَصَلِّ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِكَ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ وَاَزْوَاجِهِ وَذُرِّیَاتِهِ وَاَهْلِ بَیْتِهِ وَاَحِبَّاهُ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ . (قصیدہ بردہ شریف مع خزینہ درود شریف / ص ۲۴۴)

صحابہ کرام اور مسلک اعلیٰ حضرت

مولانا سلطان اشرف

تم شفا دی اور شفا پائی۔

اس مضمون کی متعدد احادیث مشکوٰۃ شریف و دیگر کتب احادیث میں ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے ”قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول ہجاءم حسان فشفی واشفی“ یعنی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسان نے گستاخوں کی مذمت کی تو شفا دی اور شفا پائی۔ ناظرین غور کریں کہ شفا اس کیفیت کو کہتے ہیں جو کسی تکلیف کے خاتمہ کے بعد ہوتی ہے۔

ان احادیث شریفہ سے معلوم ہوا کہ کفار و مشرکین مکہ کے گستاخانہ اشعار سے غمگسار کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو اذیت ہوئی اور صحابہ کرام کے اشعار سے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تسکین ملی اور ان سے مسلمانوں کے دلوں کو شفا و راحت ملی۔ پھر سرکار کا یہ فرمان کہ اے حسان تم نے شفا پائی۔ اس سے پتہ چلا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدحت و ثنا کرنا بھی شفا پانا ہے اور سرکار کے دشمنوں کی مذمت کرنا بھی شفا حاصل کرنا ہے۔

مشکوٰۃ شریف باب الشعر والبیان میں ہے کہ صحابی رسول حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے اشعار کے بارے میں سوال کیا جو جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گستاخوں کے بارے میں لکھے جائیں تو سرکار نے فرمایا:۔

”ان المومن یجاہد بسیفہ و بلسانہ“ بے شک مومن جہاد کرتا ہے اپنی تلوار سے اور اپنی زبان سے۔

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ جب کفار مکہ قریش اور مشرکین مکہ نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں تنقیص و توہین کے اشعار لکھ کر مکے والوں کو سنائے تو دشمنان رسول بہت خوش ہوئے۔ لیکن جب سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو قلب نازک رنجیدہ ہو گیا اور مسلمانوں کو سخت تکلیف پہنچی۔

آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور فرمایا ان اشعار کا جواب دو۔ حضرت کعب بن مالک اس دور کے بہت اچھے شاعر تھے انہوں نے جواب دیا۔

پھر عتبہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا یہ بھی بہت اچھے شاعر تھے، ان سے بھی فرمایا جواب دو انہوں نے بھی جواب دیا۔

پھر حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور فرمایا جواب دو حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا۔

ایسا جواب جس میں مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف بھی تھی اور گستاخان رسالت کی مذمت اور تردید بھی ایسا جواب جس میں عشق رسول کی وارفتگی بھی تھی اور دشمنان رسول سے نفرت کا اظہار بھی۔ ایسا جواب جسے سن کر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور فرمایا:۔

”لقد شفیعتم یا حسان واشتفیت“ اے حسان

ارباب علم و فن بخوبی جانتے ہیں کہ لسان کا لفظ گفتار اور تحریر دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مومن کی شان یہی ہے کہ اللہ و رسول کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والوں کا جواب تلوار سے دے اور اگر تلوار کا موقع نہ ہو تو زبان و قلم سے جواب دے۔

انہیں بے کساں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ایک دن حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضری دی تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کے لئے مسند کا اہتمام فرمایا۔ ان کے جانے کے بعد ام المومنین کے بھائی حضرت عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا حسان بن ثابت کے مسند لیے کے اہتمام کی وجہ کیا ہے۔

تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:-

”کان هو یجیب عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من اعداء ویشفی صدرہ“

حضرت حسان کے لئے مسند بچھانے کا سبب یہ ہے کہ حسان گستاخوں کا جواب دیتے تھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے اور سرکار کے قلب مبارک کو تسکین و راحت پہنچاتے تھے۔

مندرجہ بالا اقوال سے کئی باتیں سامنے آتی ہیں:-

- ۱۔ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والوں کو جواب دینا اور سخت الفاظ میں ان کی مذمت کرنا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سنت ہے۔
- ۲۔ سرکارِ دو عالم رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب مبارک کو راحت و تسکین پہنچانا ہے۔
- ۳۔ تلوار کا موقع نہ ہو تو زبان و قلم سے دشمنان رسالت کی مذمت کرنا جہاد ہے اور مومن کی پہچان ہے۔

۴۔ زبان و قلم سے دشمنان رسول کی مذمت کرنے والوں کی عزت و تکریم کرنا ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سنت پر عمل کرنا ہے۔

۵۔ مسند و ممبر پر بیٹھنے کا حقدار وہی ہے جو سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف بھی کرے اور دشمنان رسول کی توہین و تردید بھی کرے۔

۶۔ مدحت مصطفیٰ کرنا اور گستاخوں سے نفرت و بیزاری کا اظہار، اپنے لئے شفاء حاصل کرنا ہے۔

۷۔ تعریف رسول سن کر خوش ہونا اور گستاخوں کی مذمت سن کر مسرور ہونا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ مذکورہ حقائق سے ظاہر ہے کہ توہین رسالت کے مرتکب کفار سے اظہار نفرت اور تلوار، قلم اور زبان سے جواب دینا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سنت ہے۔

احادیث شریفہ کی ان عبارتوں سے ثابت ہوا کہ خلفائے راشدین، صحابہ و تابعین، سلف صالحین، اولیائے امت و علمائے ملت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اس طرز عمل پر کار بند رہے اور منصبِ جلیلہ پر فائز ہوئے۔ دراصل قرآن عظیم بھی اسی طرز عمل کی تعلیم دے رہا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے:- ”محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علیٰ الکفار رحماء بینہم“ مفہوم یہ ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ کفار کے لئے بہت سخت ہے اور آپس میں محبت رکھتے ہیں۔ گویا کہ قرآن کریم نے مومن کے لئے ایک لائحہ زندگی متعین فرمادیا۔ ایک قانون حیات وضع کر دیا۔ ایک شناخت ایک پہچان بتادی کہ مومن وہی لوگ ہیں جو عشق رسول اپنے سینے میں رکھتے ہیں اور اشداء علیٰ الکفار ہیں۔

اور جذبہ عشق و محبت کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ محبوب سے محبت ہے تو محبوب کے دشمنوں سے نفرت بھی ہونی چاہئے

ورنہ عشق و محبت کا دعویٰ محض زبانی جمع خرچ ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔

جذبہ عشق رسالت کی یہی رنگینیاں تھیں جو کبھی صدیق اکبر و فاروق اعظم کی تلواروں میں چمکتی تھیں تو کبھی عثمان غنی و حیدر کرار کے فن سپہ گری میں نمودار ہوتی تھیں۔ کبھی حضرت حسان بن ثابت، حضرت عبداللہ بن رواحہ، حضرت کعب بن مالک کے زبان و قلم سے ظاہر ہوتی تھیں۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ محبت مصطفیٰ کی یہی جلوہ آرائیاں تھیں جو کبھی امام حسین کی تلوار بکف میدان کر بلا کے ریگستان میں لے گئی تو کبھی حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حق گوئی کے ساتھ ظالم حکمران کے دربار میں۔

عشق رسالت کی یہی کار فرمایاں تھیں جو امام اعظم ابو حنیفہ، امام محمد غزالی، امام فخر الدین رازی کی شکل میں علم و فن اور حکومت و عرفان کا دبستاں بن گئیں۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

یہی جذبہ عشق رسالت تھا جس نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کو غوث الاعظم، حضرت خواجہ معین الدین چشتی کو سلطان الہند غریب نواز، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو محدث علی الاطلاق اور شیخ احمد سرہندی کو امام ربانی مجدد الف ثانی بنا دیا۔ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عشق کی یہی وارفتگی تھی اور اشداء علی الکفار کا یہی جذبہ تھا جس کے سبب حضرت مولانا احمد رضا خاں مجدد اعظم دین و ملت امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی بن کر آسمان رشد و ہدایت پر تابندہ و درخشاں نظر آ رہے ہیں۔

عشق و محبت رسول کی یہی حدیث اور اشداء علی الکفار کی یہی سرشت۔ خلفائے راشدین کا ایمان صحابہ و تابعین کا دین، ائمہ کرام، اولیا و علمائے عظام کا مذہب ہے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ یہی راستہ مجدد اعظم دین و ملت، اعلیٰ حضرت رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کا ہے، یہی وہ راستہ ہے جس پر چلنے کی دعائیں مانگی جاتی ہیں۔

اسلامی تاریخ پر نظر رکھنے والے حضرات خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ والرضوان نے اس عالم رنگ و بو میں اس وقت آنکھ کھولی جب مغلیہ خاندان کا اقتدار آخری لمحوں میں تھا۔ اور تن کے گورے من کے کالے انگریز، مسلمانوں کے اتحاد کو توڑنے کے لئے مسلمانوں میں سے ہی کچھ صاحبان جبہ و دستار کو خرید کر اپنی اسکیموں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کر رہے تھے۔

وہابیت کا سیلاب اٹھ رہا تھا اور توہین رسالت کا طوفان برپا تھا۔ یہ وہ دور تھا جب اہل حق کا لباس پہن کر انگریزوں کے نمک خوار، اللہ تعالیٰ کو جھوٹا کہہ رہے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کو تو حید کا نام دیا جا رہا تھا۔ کوئی کہہ رہا تھا جس کا نام محمد علی ہے کسی چیز کا مالک و مختار نہیں ہے۔ کوئی لکھ رہا تھا کہ رسول اللہ مر کر مٹی میں مل گئے۔ کوئی نبوت کا دعویٰ کر رہا تھا اور کوئی سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان ختم نبوت کا انکار کر رہا تھا۔ معاذ اللہ!

غرضیکہ اسی طرح کے باطل عقیدہ اہل اسلام کو دے کر انگریزوں کے کھٹکتے ہوئے سکوں پر پلنے والے انگریزوں کا حق نمک ادا کر رہے تھے۔

اس پر فتن دور میں ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۲ جون ۱۸۵۶ء کو بریلی شریف کی عظیم و عبقری شخصیت حضرت علامہ مولانا نقی علی خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گھر رشد و ہدایت کا آفتاب طلوع ہوا۔ عزیز واقارب مبارک باد پیش کر رہے تھے۔ لیکن مارہرہ شریف کی ایک عظیم ہستی کی دور بین نگاہیں ملاحظہ فرما رہی تھیں کہ مولانا نقی علی کے گھر پیدا ہونے والا بچہ یہ کوئی عام انسان نہیں ہے بلکہ ناموس رسالت کا پاسبان و نگہبان ہے۔ گراہی و بددینی کے دور میں اسلام کا مجدد اعظم

ہے۔ امام اہلسنت ہے۔

اور پھر تاریخ نے دیکھا کہ حضرت مولانا نقی علی خاں صاحب کے فرزند ارجمند احمد رضا خاں کے عہد طفلی میں جو اساتذہ تھے وہ حیران تھے یہ سوچ کر کہ ہمارے سامنے زانوئے ادب طے کرنے والا یہ طالب علم کوئی عام بچہ نہیں ہے کیونکہ آثار بزرگی اس کی پیشانی میں نمایاں ہے۔

شب و روز گزر رہے تھے۔ ماہ و سال بدل رہے تھے۔ اعلیٰ حضرت کا بچپن جوانی میں تبدیل ہو رہا تھا اور ان کا شعور پکار رہا تھا احمد رضا، دیکھو یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں، کیا لکھ رہے ہیں، ان آوازوں کو سنو، اللہ کو جھوٹا کہنا۔ رسول ال کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اپنی طرح بشر اور بے علم کہنا، اللہ کی شان کے آگے چوہرے چمار سے زیادہ ذلیل لکھنا معاذ اللہ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بے اختیار لکھنا معاذ اللہ، یہ سب کچھ قرآنی فرمودات تو نہیں ہیں۔ یہ عقائد احادیث شریفہ کے مطابق تو نہیں ہیں۔ ان کی فکر و آگہی چیخ رہی تھی۔ امام احمد رضا خاں! یہ عقائد خلفائے راشدین کے ارشادات بھی نہیں ہیں۔ شہیدان کربلا، ائمہ عظام و علمائے کرام کے اعتقادات و نظریات بھی نہیں ہیں اور پھر اعلیٰ حضرت کا قلم حرکت میں آ گیا۔ ۸ سال کی عمر میں ہدایۃ النخو کی شرح لکھی۔ ۱۳ سال کی عمر میں فتویٰ لکھا اور ایسا لکھا کہ اکابر علمائے کرام آفریں کہہ اٹھے اور پھر جو ایک عاشق رسول کا قلم چلا تو چلتا ہی رہا۔ ان کے قلم نے صحابہ کرام کی روش پر چل کر تقدیس رسالت کے ایسے پھول کھلائے کہ غلامان وفا شعار کے دل باغ باغ ہو گئے۔

ان کے قلم کی جنبش سے معرض وجود میں آنے والے فنی شہ پاروں کو دیکھ کر صاحبان علم و دانش نے ان کو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے خطاب سے نوازا۔ تقریباً پچاس برس ان کا قلم چلتا رہا۔ ان کے قلم کی تیز رفتاری کا عالم یہ تھا کہ سیکڑوں اور ہزاروں صفحات پر مشتمل ایک ہزار سے زائد کتابیں منصہ شہود پر

آگئیں۔ اعلیٰ حضرت کے ان عظیم کارناموں کو دیکھ کر اکابر علمائے کرام اور اصحاب فکر و نظر حیران رہ گئے اور جب حیرت و استعجاب کے بادل چھٹے تو ان حضرات نے جو اپنے درس میں آسمان علم و فن کے شمس و قمر سمجھے جاتے تھے۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں کو دین و ملت کا امام اعظم تسلیم کر لیا۔ امام اہلسنت نے اپنی طرف سے کوئی نیا عقیدہ ایجاد نہیں کیا اور نہ انہوں نے کسی نئے نظریہ و فکر کی بنیاد رکھی۔ وہ منقولات و معقولات کے امام تھے۔ وہ انہیں عقائد پر کاربند تھے جو سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ و تابعین سلف صالحین سے ثابت ہیں۔ انہوں نے کلمہ طیبہ سے یہ درس لیا تھا کہ ایمان کی تکمیل کے لئے احقاق حق بھی ضروری ہے اور ابطال باطل بھی لازمی امر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کی ایک ہزار سے زائد تصنیفات میں احقاق حق بھی ہے ابطال باطل بھی ہے اور جہاں اللہ تعالیٰ جل علی کی صفات جلیلہ اور جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کمالات عالیہ کا ثبوت ہے وہیں گستاخی اور باطل فرقوں کا ردِ بلیغ بھی ہے۔ یہی سنت صحابہ کرام بھی ہے۔ یہی مسلک اعلیٰ حضرت بھی ہے۔ یہی شفا یہی راحت و تسکین مومنین ہے۔

مسلک اعلیٰ حضرت وہی ہے جس کی تائید اکابر علماء و مفتیان عرب و عجم نے کی ہے۔ اہل عجم میں بہت سے صاحبان علوم و فنون ہیں۔ بہت سے سیاست داں ہیں جنہوں نے اعلیٰ حضرت کے بارے میں اپنے تو صیفی خیالات و احساسات کا اظہار کیا ہے جن میں اپنے بھی ہیں بے گانے بھی، موافقین بھی ہیں، مخالفین بھی، ان میں مسلم بھی غیر مسلم بھی، ان میں صف اول کے شعراء بھی ہیں، پروفیسر بھی ڈاکٹر بھی ہیں۔ وکیل اور جج بھی ان میں صاحبان جاگیر بھی ہیں مملکت کے وزیر بھی، ان میں حکومت پاکستان کے سابق دفاعی وزیر جناب کوثر نیازی بھی ہیں جنہوں نے ادارہ تحقیقات امام رضا کراچی کے زیر اہتمام امام احمد رضا کانفرنس کے موقع پر اپنے مقالے میں کہا تھا:-

مسلکوں کے ہجوم میں ایک مسلک اعلیٰ حضرت ہی ہے جس میں عشق رسول کی وارفتگی ہے جس میں حضرت صدیق اکبر کا صدق و صفا ہے۔ حضرت فاروق اعظم کا عدل و انصاف ہے۔ حضرت عثمان غنی کا غنا و کرم ہے۔ حضرت علی حیدر کرار کی ہمت و شفاعت ہے۔ حضرت امام حسین کا اعلان حق بھی، غوث اعظم اور خواجہ اجمیری کا تصوف بھی۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی کا محققانہ طریقہ استدلال بھی ہے اور مجدد الف ثانی کی بے باک تعلیمات بھی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ خود اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:-

صدق وعدل و کرم و ہمت میں

چار سو شہر ہیں ان چاروں کے

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا

بول بالے میری سرکاروں کے

اب جو شخص مسلک اعلیٰ حضرت سے انحراف کرے وہ اپنا مقام باطل فرقوں میں کہیں تلاش کرے۔ آج دنیائے اسلام کے کروڑوں دلوں کی دھڑکنوں سے یہ صدائیں آرہی ہیں۔ اے امام اہل سنت:-

حضرت حسان کا حسن سخن یاد آ گیا

آپ نے تو جان رحمت پر لکھا لکھوں سلام

ایسی کی ہے آپ نے آقا کی مدحت السلام

آج دنیا کہہ رہی ہے اعلیٰ حضرت السلام

☆☆☆

وہ فنا فی الرسول تھے۔ اس لئے ان کی غیرت عشق، احوال کے درجے میں بھی تو ہیں رسول کا کوئی خفی سے خفی پہلو بھی برداشت کرنے کو تیار نہ تھی۔ ادب و احتیاط کی یہی روش امام احمد رضا خاں کی تحریر و تقریر کے ایک ایک لفظ سے عیاں ہے۔ مخالفین جس بات کو شاہ احمد رضا کا تشدد کہتے ہیں وہ تشدد نہیں، عشق رسول ہے۔

(جناب کوثر نیازی کے اس مقالہ کو کراچی سے ادارہ تحقیقات احمد رضا، لاہور سے معارف نعمانیہ اور گوجرانوالہ سے انجمن رضا مصطفیٰ نے کتابی صورت میں شائع کیا ہے)۔

انہیں میں فیڈرل شریعت کورٹ آف پاکستان کے جج ہیں، جناب ڈاکٹر جسٹس مفتی سید شجاعت علی قادری انہوں نے اپنے فیصلہ اس طرح پیش کیا۔ وہ لکھتے ہیں:-

حضرت مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کوئی نیا دین یا مسلک پیش نہیں فرمایا ہے۔ وہ اسی مسلک کے مبلغ تھے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اہل بیت، صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم، اولیائے کرام رحمہم اللہ اجمعین سے منقول و ماثور چلا آ رہا ہے۔ یہی وہ مسلک ہے جو جنید بغدادی، بایزید بسطامی، معروف کرخی، شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ شہاب الدین سہروردی، شیخ معین الدین چشتی، داتا گنج بخش، ہجویری اور انہیں جسے صلحائے امت کا مسلک ہے جب میں مولانا احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کا مطالعہ کرتا ہوں تو ان کو اسلاف کے مسلک و مذہب سے منحرف نہیں پاتا ہوں بلکہ منحرفین کے تعاقب میں لگا پاتا ہوں۔

(جناب جسٹس ڈاکٹر مفتی سید شجاعت علی قادری فیڈرل شریعت کورٹ آف پاکستان)

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ جسٹس سید شجاعت علی صاحب نے اپنے جج مینٹ میں مسلک اعلیٰ حضرت کا ذکر کیا ہے اور مسلک اعلیٰ حضرت کو اسلاف کے مذہب کے مطابق بتایا۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ آج فرقوں، گروہوں اور

.....صفحہ ۱۱ کا.....

(۳) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دین کے حکم میں رائے اور قیاس کو دخل دے کر وہی کام کیا جو شیطان نے انا خیر منہ کہہ کر کیا تھا۔
 (۴) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا معاذ اللہ یہ کہہ کر کہ موجودہ وقت عورتوں کو مسجد اور عید گاہ جانا مناسب ہے، شریعت کو بدل ڈالنے کی جرأت کی۔

جس مسلمان کو ایمان کا ایک ذرہ بھی نصیب ہو جائے اس کے لئے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بارگاہ میں اس طرح کی گستاخی کا تصور بھی محال ہوتا ہے۔ کسی بھی صحابی رسول کے بارے میں بغض و نفرت کا جذبہ پالنا حرام قطعی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور انھیں میرے بعد نشانہ نہ بناؤ، جس نے ان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی، اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض رکھا، جس سے انھیں تکلیف پہونچائی، اس نے مجھے تکلیف دی، اس نے اللہ کو تکلیف دی اور جو اللہ کو تکلیف پہونچائے گا تو قریب ہے کہ اس کو اپنی پکڑ میں لے لے۔ (ترمذی)

اکابر امت نے صحابہ کرام کے مقام و مرتبہ کو جانا تھا اس وجہ سے ان کے قلوب میں ان کی عظمت و محبت اور ان کا احترام تھا۔ اہلسنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ صحابہ کرام کا تذکرہ عقیدت و محبت سے کیا جائے، ان کا ذکر برائی سے کرنا حرام ہے۔
 (بشکریہ مصنف رسالہ ”اہل حدیث اور شیعہ مذہب“)

اپنے مضامین اس پتہ پر بھیجے۔

s.m.husaini786@gmail.com

sayyedtaahir11@gmail.com

drmursaleen786@gmail.com

عالم اسلام کو

”ماہنامہ سنی آواز“

کی جانب سے ماہ رمضان المبارک وعید الفطر کی مبارک باد

مذہب اہل سنت زندہ آباد

مسلك اعلیٰ حضرت زندہ آباد

اصول حدیث میں امام احمد رضا کی مہارت

”الہاد الکاف فی حکم الضعاف“ کے تناظر میں

از: مولانا محمد طفیل احمد نائب مدیر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور

برصغیر ہندوپاک سمیت مختلف بلاد اسلامیہ میں وہابی، دیوبندی اور اپنے آپ کو علم حدیث کا علم بردار کہنے والا غیر مقلدین کا طبقہ ہی اب تک ایسا تھا جو بات بات پر شرک و بدعت اور ضعیف کا رٹ لگا کر رہتا تھا۔ یہ لوگ بہت سے معمولات اہلسنت کو صرف یہ کہہ کر نظر انداز کر دیتے تھے کہ یہ معمولات جن احادیث سے ثابت ہیں اسے فلاں عالم نے ضعیف یا موضوع کہا ہے اس سلسلہ میں یہ لوگ زیادہ تر علامہ بن جوزی کا حوالہ دیتے ہیں جو احادیث کو موضوع قرار دیتے ہیں بہت زیادہ غلٹ پسند واقع ہوئے ہیں حدیث ہے کہ انہوں نے صحاح ستہ کی بھی بہت سی احادیث پر حکم وضع لگایا ہے۔ علامہ ابن جوزی جیسے علما کا سہارا لے کر بلا تحقیق یہ لوگ انبیاء و اولیاء کے فضائل و مناقب کی احادیث سنتے ہی ناک بھوں چڑھانے لگتے تھے نیز ان محدثین اور طبقہ صوفیہ کا مذاق بھی اڑاتے تھے کہ جنہوں نے فضائل و مناقب کی احادیث کو بہت اہتمام اور کثرت سے نقل کیا ہے لیکن افسوس آج انہی نا عاقبت اندیش لوگوں کے لڑ بچہ کو دیکھ کر کچھ ایسے حضرات بھی ان کی روش پر چل پڑے ہیں جن کا تعلق صوفیہ اور خانقاہی گھرانے سے ہے نیز ماضی میں جن کے بزرگوں نے صوفیہ پر پھبتیاں کئے والے اور معمولات اہل سنت و عظمت انبیاء کو ہدف تنقید بنانے والوں کا پوری زندگی تحریر و تقریر سے رد و ابطال کیا ہے۔ چنانچہ ایسے صوفی گھرانے سے متعلق افراد کے غیروں سے متاثر ان افکار و نظریات کو ”علم حدیث، تحقیق حدیث“ اور ”موضوع روایات“ کے عنوان سے ”اپنا کہلانے والا“ ایک ماہنامہ آئے دن شائع کرتا رہتا ہے جس میں ہمارے بزرگوں، ہمارے اسلاف کرام اور ہمارے طبقہ صوفیہ پر انہی نا عاقبت اندیش گمراہ فرقوں کے سے سو قیانہ انداز میں چھینٹا کشی کے ساتھ ان پر پھبتیاں بھی کی جاتی رہتی ہیں۔ مولانا طفیل احمد صاحب مصباحی کا زیر نظر مضمون امام احمد رضا کے اس عظیم شاہکار رسالہ کا ایک عمدہ تعارف ہے جو فن حدیث کے جواہر پاروں سے مزین و آراستہ ہے اور آج بھی ایسے لوگوں کو اپنی روش پر غور و فکر کی دعوت دے رہا ہے۔

محمد سلیم بریلوی، جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف۔

ہیں۔ دنیا کی مختلف یونیورسٹیوں میں آپ کی فکر و شخصیت کے مختلف گوشوں پر پی ایچ ڈی کی ڈگریاں بھی تفویض ہو چکی ہیں۔ امام احمد رضا کی قابل رشک دینی و علمی خدمات میں ”الہاد الکاف فی حکم الضعاف“ کو خالص علمی و فنی حیثیت سے ایک بلند ترین مقام حاصل ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے دور میں خیمہ باطل سے اٹھنے والے فتنوں میں ”اذان میں حضور کا نام پاک سن کر انگوٹھے چومنے سے انکار کا فتنہ بھی شباب پر تھا۔ اس مسئلہ کو لے کر امام موصوف کی بارگاہ میں استفتاء ہوا اور اس کے جواز

امام احمد رضا قدس سرہ (متوفی ۱۳۴۰ھ) کے علم و فن، تدبر و فکر، شان افتاء اور حدیث اصول حدیث میں مجتہدانہ بصیرت کا آج اپنے اور بے گانے سبھی اعتراف کرتے ہیں۔ مبداء فیاض نے امام احمد رضا کو بے شمار محاسن و کمالات سے نوازا تھا۔ آپ ۵۵ بچپن سے زیادہ علوم و فنون پر مہارت تامہ رکھتے تھے، جس پر آپ کی چھوٹی بڑی، مطبوعہ و غیر مطبوعہ تقریباً ایک ہزار تصانیف و حواشی شاہد عدل ہیں۔ محدث بریلوی کی تہہ دار شخصیت، مجتہدانہ بصیرت اور مختلف علوم و فنون میں آپ کی مہارت پر اب تک سیکڑوں کتابیں لکھی جا چکی

الحنفی..... فالكتاب وحید فی بابہ وفرد فی مادۃ لا یتغنی عنہ طالب علم الحدیث ولا یغنی عنہ غیرہ۔ (مقدمة الہاد الکاف فی حکم الضعاف) ص ۱۲/برکات رضا پور بندر، گجرات۔

یعنی علم حدیث کی گراں قدر خدمات انجام دینے والے ہندوستانی علماء میں امام احمد رضا محدث بریلوی کو بھی نمایاں مقام حاصل ہے۔ اور یہ کتاب (الہاد الکاف) اپنے موضوع کے اعتبار سے منفرد اور تفہیم مسائل میں لا جواب ہے، علم حدیث کا طالب علم اس سے بے نیازی اختیار نہیں کر سکتا۔

اس کتاب میں اصول حدیث کی امہات کتب کی روشنی میں ضعیف حدیث کے مختلف اقسام مثلاً مرسل، منقطع، مضطرب، منکر، مدرج، مبہم، متروک اور موضوع پر محدثانہ گفتگو کی گئی ہے۔ ساتھ ہی حدیث کی ان تمام اقسام کا حکم اور تعدد طرق سے ان کے ضعف کی تلافی اور طریقہ تدراک کی نشان دہی بھی کی گئی ہے۔ زور بیان اور طرز استدلال دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپنے وقت کا کوئی ابن حجر عسقلانی بول رہا ہو۔ آپ نے ناقابل شکست دلائل سے ثابت کیا ہے کہ باب فضائل میں ضعیف احادیث پر عمل صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہے اور مقام احتیاط میں ضعاف، احکام میں معتبر نہیں ہیں، نیز ضعیف احادیث میں ضعف خواہ وہ شدید ہی کیوں نہ ہو انہیں موضوع ہرگز نہیں کہا جاسکتا۔

سب سے پہلے اپنے محدثین کے قول ”لایصح“ کے بارے میں بتلایا ہے کہ ائمہ حدیث اگر کسی روایت کے متعلق ”لایصح“ کہہ دیں تو اس کا مفہوم مخالف ہرگز یہ نہیں نکلتا کہ وہ روایت موضوع یا باطل ہے بلکہ اس کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ متعلقہ روایت محدثین کی متعینہ شرطوں کے مطابق ”صحیح لذاتہ“ نہیں ہے۔ لہذا ہو سکتا ہے کہ وہ حسن ہو یا پھر ضعیف ہو۔ امام موصوف لکھتے ہیں:-

وعدم جواز سے متعلق شرعی نقطہ نظر دریافت کیا گیا تو آپ نے ۱۳۲ صفحات پر مشتمل ایک کتاب تصنیف فرمادی اور نوعیت مسئلہ کے پیش نظر اس کا نام ”مسیر العینین فی حکم تقبیل الا بہامین“ رکھا کہنے کو تو یہ رسالہ ایک سوال کا جواب ہے مگر اس بحر کی تہہ میں علم و تحقیق کے جو چمکدار موتی ہیں ان کا اندازہ قارئین کو مطالعہ کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ شائقین فن کی علمی ضیافت کے لئے حضرت محدث بریلوی نے بہت سے دریاؤں کی تہوں میں غوطہ لگا کر حقیقت حال کا جائزہ لیا ہے تب کہیں جا کر یہ بلند پایہ رسالہ وجود میں آیا ہے۔ زور بیان، قوت استدلال اور محققانہ انداز فکر نے پوری کتاب کو اصول حدیث کا ”دائرة المعارف“ بنا دیا ہے۔ اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے اقوال محدثین اور اصول حدیث کی ۷۵ سے زائد کتابوں کا حوالہ دے کر آپ نے اصول حدیث میں اپنی مہارت کا بھرپور ثبوت فراہم کیا ہے۔ پیش نظر رسالہ کی فنی حیثیت کا اندازہ ذیل کے اقتباس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ اپنی مایہ ناز تصنیف ”صحیح البہاری“ کے مقدمے میں اصول حدیث کے مختلف النوع مسائل پر محققانہ گفتگو کرنے کے بعد اس کتاب کی جانب اشارہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”هذا نهر اصغر من البحر الاكبر من بحار علوم سیدی وشیخی نفعنا اللہ ببر کاتہ فی الدنیا و الآخرة.“ یعنی مذکورہ مباحث یہ ہمارے شیخ امام احمد رضا قدس سرہ کے بحر عظیم اور دریائے علم و حکمت کی ایک چھوٹی سی نہر ہے۔ مولانا منظر الاسلام ازہری کے قلم سے اس کا عربی کا ترجمہ بھی ہو چکا ہے جو راقم کے پیش نظر ہے۔ اس کے مقدمے میں جامع ازہر، مصر کے شعبہ حدیث کے استاذ مصطفیٰ محمد ابوعمارہ لکھتے ہیں۔

”ومن هؤلاء الائمة الاعلام الامام العلمی

والمحدث الاصولی احمد رضا خاں

اللہ! کیا عقلی استدلال ہے۔

قوت وضعف کے اعتبار سے مراتب حدیث کی درجہ بندی کرتے ہوئے حضور محدث بریلوی رقم طراز ہیں:

”الصحيح من اجود مراتب الحديث الموضوع من اشروا قبح مراتبه وما بينهما درجات متعددة مترتبة فالاولى: منها الصحيح الشالته والثانية منها الصحيح لغيره: منها الحسن لذاته والرابعة: منها الحسن لغيره والخامسة: منها الضعيف المحتمل لدرجة ان تبقى فيه صلاحية الاعتبار... والسادسة: منها الضعيف الذي يكون ضعفه قويا... والسابعة: المطروح الذي رواه وضاع او كذاب او متهم بكذب... الثامنة: الموضوع، اجمع العلماء على ان الموضوع لا ينجبر نقصانه ولا يعتد به في الاحكام ويسقط اعتباره عنها في الفضائل وان اطلاق كلمة ”الحديث“ عليه توسع وتجوز فانه ليس في الحقيقة حديثا بسبب اعتماد على الكذب والافتراء“ (الهادالكاف، ص ۸)

درجہ بدرجہ حدیث کے ان مراتب کو ذکر کرنے کے ساتھ آپ نے ان تمام کے احکام کو بھی بیان فرمایا ہے اور صراحت کے ساتھ بتایا ہے کہ پہلے کی چاروں قسمیں یعنی صحیح لغيره، حسن لذاته اور حسن لغيره، یہ سب کی سب لائق استدلال اور قابل حجت ہیں۔ اختلاط روای، سوئے حفظ اور تدلیس کے سبب جو حدیث ضعیف ہو متابعات اور شواہد میں معتبر ہے اور تعدد طرق سے اس ضعف کی تلافی ہو جائے تو ”صحیح لغيره“ کے مرتبہ پر فائز ہو جائے گی اور احکام میں قابل حجت ٹھہرے گی اور اگر اس کے ضعف کی تلافی نہ ہو سکے تو باب فضائل اور ترغیب و ترہیب میں بہر حال مقبول مانی جائے گی۔

”اذا اطلق ائمة الحديث لا يصح على حديث فلا يعنى انه غلط وباطل وائما يصفون الحديث بالصحة نظرا لوصوله الى درجة معينة... فان الحديث اذا لم يكن صحيحا يمكن ان يكون حسنا، فان الحديث اقل درجة من الحديث الصحيح. (الهادالكاف في حكم الضعاف، ص ۵/۶)“

امام بدرالدین زرکشی، علامہ سیوطی اور علامہ محمد طاہر پنٹی کے حوالے سے حدیث صحیح اور موضوع کے مابین عظیم فرق کو منطقی انداز میں یوں اجاگر کرتے ہیں۔

”بين قولنا ”لم يصح“ وقولنا ”موضوع“ بونٌ كبير، فان الوضع اثبات الكذب والا ختلاق ”لم يصح“ لا يلزم منه اثبات العدمه وانما هو اخبار عن عدم الثبوت.“ (ايضا، ص ۱۰)

یعنی کسی حدیث کے متعلق ”لا یصح“ کہہ دینے سے اس متعلقہ حدیث کا موضوع ہونا ثابت ہو جائے یہ تو بعد المشرقین کی حد تک ایک امر بعید ہے۔ کیوں کہ موضوع اس روایت کو کہتے ہیں جس کا کذب اور من گھڑت ہونا ثابت ہو اور ”لا یصح“ سے عدم کا اثبات نہیں ہوتا بلکہ اس کا مآل تو صرف عدم ثبوت کی خبر دینا ہے۔ اس کے بعد انگوٹھے چومنے کی حدیث کو موضوع بتانے والے مخالفین پر آپ نے بڑا لطیف طنز کیا ہے:

”ونقول لهؤلاء المعترضين انهم ليسوا اولياء فهل يراد بذلك انهم كفار“

یعنی اگر ہم تقبیل ابھامین کی حدیث پر اعتراض کرنے والے معترضین سے کہیں کہ وہ ولی نہیں تو کیا اس قول سے ان کا کافر ہونا مراد لیا جائے گا؟ نہیں ہرگز نہیں! تو جس طرح کسی کی ولایت کی نفی سے اس کا کفر ثابت نہیں ہوتا ٹھیک اسی طرح صحت حدیث کی نفی سے اس کا موضوع و باطل ہونا ثابت نہیں۔ سبحان

الجهالة من وجوه الطعن ام لا؟ ولا يقول احد من العلماء بوضع الحديث او بطلانه اذا كانت الجهالة في سند الحديث“ (الهادي الكاف)

ترجمہ:- خلاصہ کلام یہ کہ علماء کے مابین صرف اس امر میں اختلاف ہے کہ آیا جہالت راوی موجب طعن اور سبب تضعیف ہے یا نہیں؟ بایں ہمہ کسی بھی محدث نے مجہول راوی کی حدیث کو موضوع یا باطل قرار نہیں دیا ہے۔

ضعیف کی متعدد اقسام پر عدم موضوع کا قول کرنے کے بعد آپ نے ”حدیث موضوع“ کی معرفت کے ۱۵ طریقے بھی بیان کئے ہیں مگر اصول حدیث میں آپ کا یہ نقطہ انتہا نہیں بلکہ آپ کی حدیث دانی کا حال تو یہ ہے کہ خود ارشاد فرماتے ہیں:-

”قد بينا هذه الاقسام الخمسة عشرة بالاجاز والتلخيص ولو بسطنا القول في كل قسم لطال الكلام وتقاصى المرام“ (الهادي الكاف، ص ۲۵)

ترجمہ:- ہم نے بطور اختصار معرفت وضع کے یہ پندرہ طریقے بیان کئے ہیں اگر اس کے ہر ایک جز کی توضیح و تفصیل پر ہم اتر آئیں تو بات طویل ہو جائے گی اور مقصد سے دور ہٹ جائیں گے۔ علمی تبحر اور فنی مہارت اس کا نام ہے۔

آج برصغیر ہندو پاک سمیت مختلف بلاد اسلامیہ میں وہابی و دیوبندی اور اپنے آپ کو علم حدیث کا اسپیشلسٹ کہنے والا غیر مقلد طبقہ ایسا بھی ہے جو بات بات پر شرک و بدعت اور ضعیف ضعیف کی رٹ لگاتا ہے اور یہ لوگ بہت سے معمولات اہلسنت کو صرف یہ کہہ کر نظر انداز کر دیتے ہیں کہ یہ تمام معمولات ضعیف احادیث سے ثابت ہیں۔ انبیاء و اولیاء کے فضائل و مناقب کی احادیث سنتے ہی ناک بھوں چڑھانے لگتے ہیں۔

امام احمد رضا محدث بریلوی نے دلائل و شواہد کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ ضعیف احادیث، فضائل اعمال میں باتفاق علماء مقبول و معتبر ہیں اور عقل و نقل سے اس مسئلہ کا ٹھوس ثبوت

فسق راوی اور اس کے متروک ہونے کے سبب جس حدیث میں شدید ضعف ہو تو یہ قسم باب احکام میں ناقابل تسلیم ہے۔ البتہ باب فضائل میں مقبول ہے۔ اور حدیث مطروح جو وضاع، کذاب اور متہم بالکذب راوی سے مروی ہو تو یہ قسم موضوع حکمی میں داخل ہے اور موضوع کا حکم یہ ہے کہ تعدد طرق سے نہ اس کی تلافی ہو سکتی ہے اور نہ فضائل و احکام کے باب میں اس کا کوئی اعتبار ہے اس کو بطور مجاز حدیث کہہ دیا جاتا ہے ورنہ درحقیقت یہ حدیث نہیں بلکہ من گھڑت روایت ہے۔ (الهادي الكاف، ص ۸)

حدیث مجہول پر کلام کرتے ہوئے آپ نے دلائل و شواہد کی روشنی میں صراحت کی ہے مجہول صرف ضعیف ہے اسے موضوع نہیں کہہ سکتے۔ اس کے بعد آپ نے حدیث مجہول کی تین قسمیں بیان کی ہیں، اور اس کے رد و قبول میں اقوال محدثین کی نشان دہی بھی فرمائی ہے۔

(۱) **مستور:** کہ جس کے رواۃ کی ظاہری عدالت معلوم اور باطنی کیفیت مجہول ہو۔ صحیح مسلم شریف میں ان اوصاف سے متصف راویوں کی کثیر تعداد موجود ہے۔

(۲) **مجہول العین:** جو صرف ایک راوی سے مروی ہو، یہی قسم مختلف اور محل نزاع ہے۔

(۳) **مجہول الحال:** کہ جس کے راویوں کی ظاہری و باطنی عدالت پردہ خفا میں ہو۔

پہلی قسم (مستور الحال) جمہور محققین کے نزدیک مقبول ہے اور یہی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی موقف ہے باقی آخر کی دونوں قسمیں (مجہول العین و مجہول الحال) یہ بعض محدثین کے نزدیک قابل حجت ہیں جب کہ جمہور محدثین ان دونوں حدیثوں کو ضعیف مانتے ہیں۔ ان تمام تر تفصیلات کو قلم بند کرنے کے بعد لکھتے ہیں:-

”مجممل القول ان العلماء اختلفوا اهل

فراہم ہوتا ہے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں:-

”دع اقوال العلماء وخذ حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم فان هناك مرویات كثيرة تفید العمل بالضعیف فی مثل هذا المقام....“

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من بلغه عن اللہ عزوجل شئی فیہ فضیلة فاخذ به ایمانا به ورجاء ثوابه اعطاه اللہ تعالیٰ ذالک وان لم یکن کذا لک“ (الہاد الکاف، ص ۴۲)

یعنی اقوال محدثین سے قطع نظر صرف فرمان رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نظر کی جائے تو بہت سی ایسی روایات مل جائیں گی جن سے فضائل اعمال میں ضعیف احادیث کا مقبول ہونا ثابت ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جس کے پاس فضائل اعمال اور ترغیب و ترہیب سے متعلق اللہ عزوجل کا کوئی حکم پہنچے اور حصول ثواب کی غرض سے اس پر ایمان لاتے ہوئے عمل کرے تو اللہ تعالیٰ انہیں اس عمل کا اجر و ثواب عطا فرمائے گا خواہ وہ حدیث مجھ سے مروی ہو یا نہ ہو۔

عقل و وجدان کی روشنی میں ضعاف کے مقبول ہونے پر یوں ارشاد فرماتے ہیں:-

”ان الحدیث الضعیف یعتبر فی مثل هذا المقام ولا معنی لضعفه وان کان فی سندہ خلل کثیر مادام لم یتحقق الوضع والبطلان فان الکذب قد یصدق وربما روی الحدیث صحیحا“ (الہاد الکاف، ص ۴۲)

بزعم خویش مدعیان علوم حدیث (غیر مقلد) کے علمی افلاس کا یہ عالم ہے کہ اگر کسی حدیث کے بارے میں انہیں بھٹک مل جائے کہ فلاں محدث نے اس کو ضعیف یا موضوع کہا ہے تو محض اس بنیاد پر زیر بحث حدیث کو یہ حضرات موضوع اور

ناقابل اعتبار گردانتے ہیں۔ حالاں کہ اہل علم اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں کہ کسی حدیث کے بارے میں علامہ ابن جوزی وغیرہ کے موضوع کہہ دینے سے وہ حدیث نفس الامر میں سچ مچ موضوع یا ضعیف نہیں ہو جایا کرتی۔ حافظ ابن کثیر ارقام فرماتے ہیں:-

”وقد صنف الشیخ ابو الفرج بن الجوزی کتابا حافلا فی الموضوعات، غیر ان ادخل فیہ مالیس منه وخرج عنه ما کان یلزم ذکرہ فسقط علیہ ولم یہتد الیہ“ (اختصار علوم الحدیث العربی، ص ۶۶، دار التراث، القاہر، بمصر)

حدیث موضوع پر محدثانہ گفتگو کرتے ہوئے آپ نے ابن جوزی کا بھرپور تعاقب کیا ہے اور تفصیل سے لکھا ہے کہ موضوعات کے سلسلے میں جو کتابیں تصنیف کی گئی ہیں اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) پہلی قسم وہ ہے جس میں صرف موضوعات کے ذکر پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔ مثلاً موضوعات ابن جوزی، اباطیل جوزقانی اور موضوعات صفائی۔ تو ان کتابوں میں احادیث کو ذکر کر دینا یہ عند المصنف ان کے موضوع ہونے کی دلیل ہے۔ لیکن نفس الامر میں اس سے متعلقہ احادیث کا عدم صحت ثابت نہیں ہوتا، چہ جائے کہ ان کے ضعف یا سقوط یا پھر ان کے بطلان اور موقوف ہونے کا قول کیا جائے۔

(۲) دوسری قسم وہ ہے جس کی تصنیف کا مقصد موضوعات کا احاطہ کرنا نہیں بلکہ دوسروں کی طرف سے احادیث پر لگائے گئے حکم وضع کی تحقیق و تفتیش ہے۔ مثلاً امام سیوطی کی ”اللالی المصنوعة“

علامہ ابن جوزی نے صحاح ستہ (بخاری، مسلم، ترمذی، سنن ابی داؤد، نسائی و ابن ماجہ) سمیت مسند امام احمد بن حنبل کی ۸۴ احادیث کو موضوع

چند نمونے تھے، ورنہ پوری کتاب میں آپ نے اصول حدیث کے اہم مسائل اور بنیادی اصول کو محدثانہ انداز میں اس طرح بیان کیا ہے کہ مطالعہ کرنے والا جھوم اٹھتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ غیر مقلد مکتب فکر کی جانب سے مسائل حدیث میں مغالطہ اور ذہنی خلجان میں ڈال دینے والے اعتراضات کا جواب دینے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حدیث و اصول حدیث کا عالم بنائے۔ آمین۔ بشکر یہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی۔

نوٹ :- یہ مذکورہ بالا مضمون غیر مقلدین کے ساتھ ان لوگوں کے لئے تازیانہ ہے جنہوں نے غیر مقلدین کے اتباع میں ان احادیث کریمہ کے بارے میں موضوع کی رٹ لگائی ہے جو امت میں اکابر ائمہ و علماء سے متواتر چلی آرہی ہیں ایک رسالہ نے اسی کا بیڑا اٹھا رکھا ہے اس رسالہ نے ذہنی آوارگی مودودی اور عامر عثمانی اور وحید الدین خاں سے مستعار لیا ہے اس کا مقصد اہل سنت میں پھوٹ ڈالنا ہے اور کچھ نہیں۔

☆.....

قرار دیا ہے۔ اس پر امام احمد رضا قدس سرہ، ابن جوزی کا تعاقب کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:-

”فانظر کم تشدد ابن الجوزی فی حکم الوضع حتی ادخل احادیث البخاری و مسلم فی الموضوعات فما بال الكتب الاخری“ (ایضاً، ص ۸۵)

یعنی احادیث کو موضوع قرار دینے میں ابن جوزی نے نہایت عجلت اور تشدد سے کام لیا ہے۔ جب بخاری و مسلم کی احادیث کو نہیں چھوڑا تو پھر دوسری کتابوں کی حدیث کے بارے میں ان کا کیا پوچھنا۔

حدیث سے ثابت ہونے والے امور یعنی عقائد، احکام اور فضائل و مناقب کے بارے میں آپ نے بڑی قیمتی باتیں ذکر کی ہیں۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:-

”دینی عقائد کے لئے ضروری ہے کہ ان کا ثبوت حدیث متواتر یا مشہور سے ہو۔ احکام کے لئے ضروری ہے کہ ان کا ثبوت ”صحیح لذاتہ“ یا ”صحیح لغیرہ“ یا پھر ”حسن لذاتہ“ یا کم از کم ثبوت احکام کے لئے ”حسن لغیرہ“ کا ہونا ضروری ہے۔ باقی رہے فضائل و مناقب تو ان کے لئے ضعیف احادیث ہی کافی ہیں۔ (الہاد الکاف، ص ۳۶)

حدیث ضعیف کی تقویت پر بحث کرتے ہوئے آپ نے یہ افادات بھی رقم فرمائے ہیں کہ اہل علم کے لئے علم اور کشف و تجربہ سے بھی حدیث ضعیف کو تقویت مل جاتی ہے۔

یہ تو اصول حدیث میں امام احمد رضا کی مہارت کے

مسلك اعلیٰ حضرت

ماضی اور حال کے علماء و مفکرین کی نظر میں

مولانا عبدالمالک مصباحی

ماضی قریب میں ہندوستان کی سرزمین طاغوتی لوگوں کے شکنجے میں جکڑی ہوئی تھی۔ انگریزی اقتدار مسلمانوں کی بساط سیاست کے علاوہ ایمان و یقین کی لہلہاتی ہوئی فصلوں کو بھی تباہ و برباد کر دینا چاہتا تھا اور اس پہلو پر اس کے عملی اقدامات بھی شروع ہو گئے تھے۔ جو شان الہیت اور عظمت رسالت پر شب خون مارنے میں مصروف تھی اور اسلامی معتقدات کا چہرہ مسخ کرنے پر تلی ہوئی تھی، مختصر یہ کہ خود غرض، ناعقبت اندیش اور شکم پرور کی سیہ کاروں کی سیہ کاریوں سے ایمان کی شمع فروزاں چراغ سحری کی طرح ٹمٹمانے لگی تھی۔ ایسے ستہ خیز اور پرفتن دور میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو بریلی کی دھرتی پر امام احمد رضا قادری، برکاتی کو پیدا فرمایا جنہوں نے صرف چودہ سال کی نوعمری میں مسند فقہ پر رونق افروز ہو کر بڑے بڑے اصحاب فضل و کمال کو حیرت و استعجاب میں ڈال دیا۔

کسی بھی حق پرست اور دیانت دار شخص کو اس حقیقت کے اعتراف میں شبہات کا شکار نہیں ہونا چاہیے کہ آج برصغیر ہندوپاک کے مسلمانوں کے دلوں میں بالخصوص اور مسلمان یورپ و ایشاء کے دلوں میں بالعموم ایمان و عقیدے کی جو دولت گرانمایہ اور عشق رسول کا بیش بہا سرمایہ نظر آ رہا ہے وہ صدقہ ہے بریلی کے اسی بوریہ نشیں

برصغیر ہندوپاک میں اہلسنت و جماعت کا چہرہ جو شگفتہ اور تروتازہ دکھائی دیتا ہے یہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کی سرفروشانہ اور قربانیوں کا نتیجہ ہے۔ انہیں خدائے قادر و قیوم نے بے پناہ خصوصیات سے نوازا تھا۔ جدید تحقیق کی روشنی میں دوسو سے زائد علوم و فنون میں انہیں امامت کا درجہ حاصل تھا اور ہر فن میں ان کی تصانیف موجود ہیں۔ ان کے زمانے میں اسلامی اقتدار و روایات کے خلاف جو طوفان اٹھا تھا اگر بروقت وہ میدان فکر و عمل میں نہ اترتے جماعت اہلسنت کا شیرازہ منتشر ہو جاتا۔ ان کی بے پناہ قربانیوں کو دیکھ کر اس زمانے کے مشاہیر علماء اور مشائخ نے اتفاق رائے سے مسلک اعلیٰ حضرت کی اصطلاح رائج کی اور یہ بتایا کہ جو مسلک اعلیٰ حضرت کا پیروکار ہوگا اسی کو سنی صحیح العقیدہ سمجھا جائے گا۔ لیکن چند سالوں سے بعض افراد مشربی تعصب سے جماعت اہلسنت کی تعبیر مسلک اعلیٰ حضرت سے ناک بھوؤں چڑھاتے ہیں اور سیدھے سادے عوام میں غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بعض افراد تو یہاں تک کہہ جاتے ہیں کہ امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ ایک نئے مکتب فکر کے بانی تھے جب کہ وہ تاحیات مقلد رہے۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی فقہ حنفی کی ترویج و اشاعت میں گزار دی۔ ذیل میں اس کی مختصر تشریح پیش کی جاتی ہے۔

کسی طرح شان رسالت میں تنقیص یا اسلام کی بنیادی باتوں میں دانستہ تحریف کے شکار ہوئے مگر اس کے باوجود دعویٰ مسلمانی زبان پر جاری رہا۔ اس ظاہری مشابہت کی بنا پر علماء اہلسنت نے ان کی فکری بے راہ روی اور مسلک حق سے گریز کی جانب زبردہ دھیان دیا اور خوب خوب واضح کر دیا لیکن عوا کے لئے ایسی شناخت جو آسان بھی ہو اور مختصر بھی۔ مسلک اعلیٰ حضرت کے سیوا کچھ نہیں۔ اس لئے اسے فروغ حاصل ہوا اور متحدہ ہندوستان میں اہل حق کا امتیازی نشان ٹھہرا اور ایسا ہوتا آیا ہے کہ حق کی بشارت تائید کی وجہ سے کسی فرد کی محبت و وابستگی کو نشان قرار دے دیا جاتا ہے۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں جب اعتراضات، رافضیت اور خارجیت پھیلی تو آپ سے اہل سنت کی علامت پوچھی گئی۔ آپ نے اس کی آسان شناخت یہ بتائی ”تفضیل الشیخین وحب الختین والمسح علی الحفین“ یعنی سیدنا صدیق اکبر و سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو سیدنا عثمان غنی اور سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ عنہما سے افضل ماننا۔ یہ رافضیوں سے احتراز تھا وہ فضیلت مولیٰ کائنات علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے قائل تھے اور حضور ﷺ کے دونوں دامادوں سیدنا عثمان ذوالنورین اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہما سے محبت رکھنا۔ یہ ناصبیوں، خارجیوں سے امتیاز تھا کہ یہ دونوں ان حضرات سے بغض رکھنے میں مشہور تھے اور چمڑے کے موزوں پر مسح کا جائز سمجھنا یہ معتزلہ سے ممتاز کرنا تھا کہ وہ ”مسح علی الحفین“ کو ناجائز کہتے تھے۔ دور اکبری میں ”تحریک احیائے دین“ اکبر کے ”دین الہی“ کے مقابلے میں دین حق کی علامت سمجھی جاتی تھی۔ اسی طرح جب غیر مقلدین کا رواج ہوا تو ائمہ اربعہ سے وابستگی کو حقانیت کی علامت قرار دیا گیا۔ لہذا حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی ہونا ہی سنی ہونے کی نشانی ٹھہری اور ان سے علیحدگی گمراہی کی

درویش کا جس نے بادمخالف کی تیز و تند آندھیوں میں حق و صداقت کا چراغ جلانے رکھا۔

چہار سمت سے گھیرا ہے تیز آندھی نے اور اک چراغ کی لو پھر بھی جلتی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج اہل ایمان کے قافلہ سالاروں نے ان کی فکر و نظر اور دعوت و تبلیغ کو عقائد و افکار کا سچ محافظ کا سچ تسلیم کر لیا ہے اور علم و ایقان کی روشنی میں اپنے حقیقت افروز قلبی تاثرات کو سپرد قرطاس کر کے اس پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔

آئیے سب سے پہلے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یہ اصطلاح کیوں رائج ہوئی ہوئی؟ پھر یہ دیکھیں گے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے کون سی فکر پیش کی؟

ہندوستان میں دیوبندیت کی اشاعت کے بعد سنی دیوبندی میں بظاہر کوئی امتیاز نہ رہا کیونکہ وہ بھی اپنے آپ کو سنی حنفی کہتے اور لکھتے تھے۔ ان کے انداز عبادت میں شیعہ یا غیر مقلدوں کی طرح سینوں سے کوئی فرق نہ تھا۔ اس لیے عوام اہل سنت کے لیے یہ اصطلاح رائج ہوئی تاکہ لوگ بیک نگاہ جان لیں کہ جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی تحقیقات کو بسر و چشم قبول کرتا ہو وہ حقیقی اور اصلی سنی ہے اور جو ان سے اصولی اختلاف رکھتا ہو وہ اگرچہ خود کو سنی کہے مگر وہ سنی نہیں۔

مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہی.....

”لیکن موجودہ زمانہ میں بمقابلہ غیر مقلدین زیادہ خطرناک دیوبندی ہیں کیونکہ عام مسلمان ان کو پہچان نہیں سکتے۔ ان لوگوں نے اپنی کتابوں میں حضور علیہ السلام کی ایسی توہین کیں کہ کوئی کھلا ہوا مشرک بھی نہیں کر سکتا مگر پھر بھی مسلمانوں کے پیشوا بنتے ہیں اور اسلام کے اکیلے ٹھیکیدار۔“ (جاء الحق، ص: ۵)

یوں ہی اور بھی دیگر فرق و مذاہب ہیں جن کے پیشوا کسی نہ